ماہنامہ

نوائے صوفیہ

انٹرنیشنل

اسلام آباد

نوائے صوفیہ انٹرنیشنل احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

50



شاہ ہمدانؒ جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ گلگت

ما خادم و ساجد همه دم سوی محمد صلی الله علیه و سلم

سروده: دکتر محمد حسین تسبیحی رها دانشور بزرگ ایرانی

قرآن خدا، نور خدا، روی محمد ﷺ	جان و دل ما، بسته به گیسوی محمد ﷺ
چشمان همه جانب آن روضهٔ اقدس	آن گنبد خضرای سما جوی محمد ﷺ
آن ماه شب افروز خدا، صاحب قرآن	روشنگر راه همگان روی محمد ﷺ
آن گلشن عشق دوسرا، جلوهٔ الله	محراب محبت بود ابروی محمد ﷺ
آن صف زده مژگان و دو ابروی سیاهش	زیبندهٔ چشمان خدا جوی محمد ﷺ
من عاشق درگاه ویم، در همه احوال	این دیده و دل گشته روان سوی محمد ﷺ
جانم بود از رحمت او غرق محبت	در معنی قرآن خدا، خوی محمد ﷺ
دل بستهٔ آن سرو و آن گلشن خوشبو	قربان گل روی و سیه موی محمد ﷺ
ای رحمت حق بهر همه عالم و آدم	جانم شده پیامبر خوستوی محمد ﷺ
آن هادی برحق که بود در همه عالم	شد کشف حقیقت که زنم هوی محمد ﷺ
عکس رخ او روشنی جنت و فردوس	پرگار وجود آمده نیروی محمد ﷺ
خورشید جمالش بود این صفحهٔ هستی	کوثر بود آن چشمه و آن جوی محمد ﷺ
آن شمس درخشان و گلستان سماوات	شد موهبت و همت حق گوی محمد ﷺ
قرآن خدا معجز افکار محمد ﷺ	مقصود رسالت گل خوشبوی محمد ﷺ
شمشاد قدش برده دل عالی و دانی	وآن خال و خط چهرهٔ نیکوی محمد ﷺ
هنگام تبسم همه مجذوب لبانش	محبوب خدا، راه وفا، کوی محمد ﷺ
در وقت سخن، معلق او، معلق الله	شد ذات احد، همره و پهلوی محمد ﷺ
روح القدس از چهرهٔ او نور گرفته	آن ضرب کلیمی زده بازوی محمد ﷺ
آن صفه نشینان همه یاران وفادار	آیینهٔ افکار و سخنگوی محمد ﷺ
ازواج شریفش به مثل عفت و عصمت	خاتون بهشت، فاطمه مهروی محمد ﷺ
از آل کسا، داده ندا آیهٔ تطهیر	چوگان هدایت بزند گوی محمد ﷺ
یارب نظری بردل اشکستهٔ ما کی	محتاج و غنی بر در و باروی محمد ﷺ
از غار حرا نور شفاعت رسد اکنون	ما خادم و ساجد همه دم سوی محمد ﷺ
بردرگه او گشته "رها" بندهٔ عاشق	پیوسته روانم به تک و پوی محمد ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹر نیشنل

شمارہ نمبر ۵۰ قیمت بارہ روپے جولائی ۱۹۹۹

بانی: ڈاکٹر غازی محمد نعیم، مدیر: علامہ محمد بشیر، آرٹ ڈیزائننگ: جی ایچ معروفی

نوائے صوفیہ میں چھپنے والے تمام مضامین اور خبروں کی ذمہ داری مضمون نگار اور نامہ نگار حضرات پر عائد ہوتی ہے

خط و کتابت کا پتہ: 358-A سیکٹر نمبر G-6/1-1 اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

تفکر و تذکر

زندۂ جاوید

ڈاکٹر غازی محمد نعیم

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء و لا کن لا تشعرون

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں ہے۔

تفکر و تذکر کے عنوان کے تحت موضوع بالا پر اس سے قبل بھی گفتگو ہو چکی ہے مگر شہادت ایسی داستان ہے جو بار بار دہرائی گئی ہے اور جب تک اس دنیا میں حق و باطل کی آویزش جاری ہے یہ کہانی دہرائی جاتی رہے گی۔ عرف عام میں شہادت اور عام موت میں یہ فرق روا رکھا جاتا ہے کہ عام موت ایک بے مقصد موت ہے اور شہادت وہ عظیم المرتبت موت ہے جو ایک عظیم مقصد کے حصول کی جدوجہد کے راستے میں واقع ہو۔

دین اسلام کی سربلندی اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاک نام کی سربلندی کے لئے مجاہدین اسلام اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں۔ یہ شہادت کی عظیم ترین مثال ہے۔ اسی طرح وطن کے تقدس کی حفاظت کے لئے جو ماں کی طرح مقدس ہوتا ہے، اپنی جان قربان کرنا بھی شہادت ہے۔ اسی طرح امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے راستے میں قتل ہونے والا بھی شہید ہے نیز ایک اعلیٰ مقصد کے حصول مثلاً حصول تعلیم کے دوران آنے والی موت بھی ایک طرح کی شہادت ہے۔ البتہ ہر شہید کا درجہ و مرتبہ مختلف ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

ہمارا اس موضوع پر گفتگو کا اعادہ کرنے کا خصوصی مقصد یہ ہے کہ حال ہی میں وطن عزیز کی سرحدوں کے دفاع کا مقدس فریضہ سرانجام دیتے ہوئے ناردرن لائٹ انفنٹری اور پاک فوج کے بہت سے افسروں اور جوانوں نے جام شہادت نوش کیا اور بہت سے غازی اس مقدس مشن میں زخمی ہوئے۔ بلتستان اور کشمیر کی سویلین آبادی میں بھی کئی بے گناہ شہید ہوئے۔ ان عظیم انسانوں نے اللہ کے نام کی عظمت، وطن پاک کی سرزمین کے دفاع، ظلم و استبداد کی قوتوں کے قلع قمع اور مجبور و مقہور انسانوں کی جدوجہد حریت کی راہ میں اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ ہم ان تمام شہیدوں اور غازیوں کی عظمت کو سلام کرتے ہیں۔

دو شہید :

پاکستان ٹیلی ویژن کے ایک پروگرام کے دوران شہداء کے ورثاء کے انٹرویو پیش کئے جا رہے تھے۔ ایک جانی پہچانی سی شکل کو دیکھ کر مجھے کچھ کھٹکا سا لگا۔ پھر اس جانی پہچانی صورت نے بتایا کہ وہ میجر محمد علی حیدری شہید کے برادر بزرگ ہیں۔ محمد علی حیدری کے نام کے ساتھ بیس سال پرانی تصویریں پردۂ ذہن پر متحرک ہو گئیں۔ محمد علی حیدری لارنس کالج گھوڑا گلی میں میرے ہم درس تھے اگرچہ وہ مجھ سے جونیئر تھے مگر ہمارا ایک مشترکہ دوست تھا جس کا نام جاوید حبیب الرحمان تھا۔ جاوید حبیب الرحمان انسانی عظمت کی بلندیوں کی مکمل تصویر تھے اس کم عمری میں بھی انہوں نے ہمت، جرأت، خلوص، محبت اور انسان دوستی کی وہ مثال قائم کی جس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ جاوید حبیب الرحمان کم عمری میں ہی برائی کو روکنے کی کوشش میں اتفاقاً شہید کر دیئے گئے۔ (باقی صفحہ نمبر ۳۲ پر)

فقہ (گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعۂ شریعتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

والسنة فيها ان ترفع يديك بحيث تحاذى رؤوس اصابعك ما بين منكبيك و اذنيك و ان تجهر بها اماماً او ماموماً لا منفرداً

ترجمہ

تکبیر احرام کی سنت یہ ہے کہ آپ اپنے دونوں ہاتھوں کو بایں طور اٹھائے کہ آپ کی انگلیوں کے سرے آپ کے دونوں شانوں اور دونوں کانوں کے درمیان والے حصے کے برابر رہ جائیں۔ نیز یہ بھی سنت ہے کہ امام ہو یا ماموم ہو منفرد نہ ہو تو تکبیر احرام کو بلند آواز سے پڑھے۔

وضاحت

نماز کی نیت کے بالکل متصل والے واجب رکن تکبیر احرام کا ذکر چل رہا تھا یہ اس سلسلے کا آخری مضمون ہے جس میں تکبیر احرام کی سنت کی واضح نشاندھی کی گئی ہے۔ گویا مندرجہ ذیل امور کی وضاحت کی گئی ہے۔

۱۔ رفع یدین اور اس کی کیفیت
۲۔ امام اور ماموم کا یکساں حکم
۳۔ منفرد کا جداگانہ حکم

تفصیل وضاحت

۱۔ رفع یدین اور اس کی کیفیت کا مطلب یہ ہے کہ تکبیر احرام "اللہ اکبر" کہتے وقت دونوں ہاتھوں کو نماز گزار اس انداز کے ساتھ اٹھائے کہ ہاتھوں کی انگلیوں کے سرے اس کے دونوں کندھوں اور دونوں کانوں کے بین وسط میں یوں رہ جائیں کہ انگلیوں کے سرے نہ کندھوں کے نیچے ہوں اور نہ ہی کانوں سے زیادہ بلندی پر ہوں۔ یہی کیفیت رفع یدین کی صورت میں بہتر ہے۔ اگر کسی نماز گزار کی غیر دانستہ صورت کے تحت اس مذکورہ کیفیت میں قدرے تفاوت پیدا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس کی نماز میں شرعاً کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ تاہم نماز گزار حضرات کے لئے ضروری ہے کہ وہ نماز کی بجا آوری کے وقت کسی قسم کی غفلت اور کاہلی کے شکار ہونے سے یکسر کنارہ کش رہیں تاکہ نماز جیسی اہم ترین عبادت کی بجا آوری سے شرعاً سبکدوش ہونے والوں میں گنے جا سکیں۔

۲۔ "امام اور ماموم کا یکساں حکم" کا مطلب یہ ہے کہ اگر نماز کی اجتماعی ادائیگی ہو رہی ہو تو امام جب تکبیر احرام یعنی "اللہ اکبر" کو بلند آواز سے کہہ جائے تو ماموم حضرات بھی امام کی طرح بلند آواز سے "اللہ اکبر" کہیں۔ گویا یہاں پر امام اور ماموم حضرات کا یکساں حکم پایا جاتا ہے۔ اجتماعی ادائیگی خواہ جہری نماز کی ہو یا سری نماز کی دونوں صورتوں میں تکبیر احرام کو بلند آواز سے پڑھنا امام کی طرح ماموم کے لئے بھی مسنون ہے۔

افسوسناک بے خبری

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ اجتماعی ادائیگی کے دوران صرف امام تکبیر احرام کو جہراً کہہ جاتا ہے۔ ماموم حضرات میں سے

سوائے ایک یا دو کے کوئی بھی اسے جہراً پڑھتے ہوئے دیکھے نہیں جاتے ۔ یہ ایک افسوسناک بے خبری معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ بعض اہل علم بھی اس بارے میں بے خبری کا مظاہرہ کرتے دیکھے گئے ہیں۔ شرعاً جو حکم بہتر ہو اس بہتر حکم پر عمل کرنا افضل ہے۔ اسے ترک کرنا ثواب سے محرومی کا باعث ہے۔ تاہم یہاں بھی اس بارے میں غفلت اور کاہلی یا بے خبری کی سی صورت بہتر حکم پر عمل نہ ہو تو نماز میں خرابی لازم نہیں آئے گی جیسا کہ رفع یدین کی صورت میں بات گزری۔

مجموعہ شریعت محمدیہ ﷺ "الفقہ الاحوط" میں بہت سے ایسے مسنون اعمال درج ہیں جن پر عمل کرنا تو درکنار ان کو ترک کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ ایک قابل مذمت اور رنگین رجحان کے پیش نظر دیدہ و دانستہ طور پر بعض ذمہ دار اہل تبلیغ کی کارکردگی کے نتیجے میں جنم لینے والی ایک نرالی خلاف ورزی ہے۔ وہ متروک مسنون اعمال اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

۳۔ "منفرد کا جداگانہ حکم" مطلب یہ ہے کہ نماز کی انفرادی ادائیگی کرنے والا نماز گزار تکبیر احرام کو بلند آواز سے نہیں پڑھے گا بلکہ سرًا پڑھے گا۔ خواہ نماز جہری ہو یا سری۔ گویا یہ امام اور ماموم کے مقابلے میں منفرد نماز گزار کا جداگانہ حکم ٹھہرا۔

(جاری ہے)

بقیہ افادات جنیدؒ: میری نیت کا حال سن کر حجام کے چہرے پر ناگواری کا رنگ ابھر آیا ۔ "اے شخص تجھے شرم نہیں آتی؟" تو نے اللہ کی راہ میں بال بنانے کو کہا اور اب کہتا ہے کہ یہ اس کا معاوضہ ہے۔ تو نے کسی مسلمان کو دیکھا ہے کہ اللہ کی راہ میں کام کرے اور پھر اس کی مزدوری لے۔"

(ماخوذ)

نوائے صوفیہ میں مضمون کی اشاعت کے لئے ماخذ کتب کا حوالہ درج ہونا لازمی ہے۔ بصورت دیگر مضمون ناقابل اشاعت ٹھہرے گا۔

☆ بقیہ آپ کے مسائل اور ان کا حل ☆

اس سوال کا جواب بھی سابقہ شماروں میں آ چکا ہے۔ محترم حاجی علی صاحب۔ ایسا امام فسق ظاہری کا حامل قرار پاتا ہے۔ اگر مجبور محض ہیں تو پھر ایسے امام کی امامت میں نماز کی اجتماعی ادائیگی کر سکتے ہیں۔ اگر مجبور محض نہیں تو کم از کم فسق ظاہری سے منزہ امام کی امامت نماز کی اجتماعی ادائیگی کریں۔

جواب نمبر ۵ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

جی ہاں آپ اعتکاف پر عمل پیرا ہو سکتے ہیں کیونکہ حقوق الناس کی ادائیگی ایک الگ حکم ہے اور اعتکاف پر عمل پیرا ہونا الگ بات ہے۔ حقوق الناس کی عدم ادائیگی اعتکاف کی راہ میں شرعاً رکاوٹ نہیں ہے۔ تاہم حقوق الناس کی ادائیگی سے سبک ہونا اپنی جگہ نہایت ضروری ہے۔

جواب نمبر ۶ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

اگر پیشانی سر کے بالوں سے ڈھک جاتی ہو اور پیشانی کا کوئی بھی حصہ کھلی حالت میں جائے سجدہ پر نہ لگ جاتا ہو تو ایسی صورت میں نماز درست نہیں ہو گی۔ اگر پیشانی کا کچھ حصہ کھلی حالت میں جائے سجدہ پر لگ جاتا ہو تو پھر نماز درست ہو گی۔ یاد رہے کہ پوری پیشانی یا پیشانی کا کچھ حصہ کھلی حالت میں جائے سجدہ پر لگ جانا ضروری ہے۔

جواب نمبر ۷ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

یہ صورت شوہر کی طرف سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے لئے خود بیوی کو وکیل بنانے کی ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں طلاق شرعاً درست ہے۔

جواب نمبر ۸ ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۝

اگر بازو یا جسم کے کسی اور حصے پر انمٹ سیاہی سے اپنا نام وغیرہ لکھوایا گیا ہو تو اس سے وضو اور غسل کی صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑے گا۔ کیونکہ انمٹ سیاہی ایک غیر معمولی مدت تک کے لئے جسم کا حصہ قرار پاتی ہے۔

احوال صوفیاء

افاداتِ جنید بغدادیؒ

محمد باقر خیالیؔ

علمِ باطن میں احتیاط:

حضرت جنید بغدادیؒ وعظ کی عام مجلسوں میں صرف ان امور پر گفتگو کرتے جن تک عام انسان کے ذہن کی رسائی ہوتی۔ آپ کی تقریروں کا عمومی موضوع اخلاقیات ہوتا تاکہ عوام الناس کے کردار کی تعمیر ہو سکے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے کہ یہی سیدھی سادی باتیں خلق کے لئے مفید ہیں۔ اسرار الٰہی کا ذکر کر کے ان کے ذہنوں کو الجھنوں کا شکار نہ بنایا جائے۔

اس کے برعکس حضرت جنید بغدادیؒ کی نجی مجلسوں کا یہ حال تھا کہ ان میں زیادہ سے زیادہ بیس افراد شریک ہوتے تھے شیخ ابو طالب مکی کے بیان کے مطابق حضرت جنید بغدادیؒ جب اپنے شاگردوں کو علمِ باطن کی تعلیم دیتے تو دروازہ بند کر کے اس میں قفل ڈال دیتے تھے۔ پھر جب آپ کے مرید خاص حضرت شیخ ابو بکر شبلیؒ نے اعلانیہ طور پر باطنی تعلیم دینا شروع کر دی تو آپ نے ناخوشگوار لہجے میں فرمایا۔ ہم اس علم کو تہ خانوں اور گھروں میں چھپ کر بیان کرتے تھے مگر شبلی نے اسے بر سر منبر بیان کیا۔ آپ نے شیخ ابو بکر شبلی کو اس بے احتیاطی سے منع فرماتے ہوئے ہدایت کی کہ حق تعالیٰ کے رازوں کو ان لوگوں پر ظاہر نہ کرو جن کے دماغوں اور آنکھوں پر پردے ڈال دیئے گئے ہیں۔ حضرت جنید بغدادیؒ نہیں چاہتے تھے کہ نااہل لوگوں کی سماعتیں رموز باطنی سے آشنا ہوں۔

حضرت شیخ ابو بکر کسائی اس دور کے مشہور بزرگ تھے جنہیں حضرت جنید بغدادیؒ کی رفاقت اور دوستی کا اعزاز حاصل تھا۔

حضرت شیخ ابو بکر کسائی کی عارفانہ شان کے بارے میں حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے تھے کہ اگر شیخ ابو بکر نہ ہوتے تو میں بغداد میں نہ ہوتا۔ حضرت جنید بغدادی حضرت شیخ ابو بکر کو خطوط و کتابت کے ذریعے رموز باطنی سمجھایا کرتے تھے۔ روایت ہے کہ شیخ ابو بکر نے حضرت جنید سے ایک ہزار مسائل دریافت کئے تھے اور آپ نے ان مسائل کے تسلی بخش جواب تحریر فرمائے تھے۔

حضرت شیخ ابو بکر نے حضرت جنید بغدادی کی زندگی میں ہی انتقال فرمایا تھا جب آپ کا آخری وقت آیا اپنے شاگردوں کو بلا کر کہا شیخ جنید کی تمام تحریروں کو پانی سے دھو ڈالو۔ حضرت جنید شیخ کی تدفین میں شریک ہوئے تو لوگوں نے دیکھا کہ ایک دوست دوسرے دوست کی جدائی کے صدمے سے نڈھال تھا پھر آپ نے شیخ کے شاگردوں اور خدمت گاروں سے تعزیت کی اور حسرت زدہ لہجے میں فرمایا "کاش شیخ ابو بکر نے اپنی وفات سے قبل میرے لکھے ہوئے مسائل کو بھلا دیا ہوتا۔" حضرت جنید کی بات سن کر شیخ کے شاگردوں نے عرض کیا شیخ نے وفات سے قبل ان تمام تحریروں کو پانی سے دھلوا دیا تھا۔ اس انکشاف کے بعد حضرت جنید کے چہرہ مبارک پر خوشی کا رنگ نمایاں ہو گیا۔ پھر آپ نے انتہائی مسرت کے لہجے میں فرمایا مجھے شیخ سے یہی امید تھی۔ اس واقعے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ علم معرفت کے سلسلے میں حضرت جنید کس قدر محتاط رویہ رکھتے تھے۔ آپ نہیں چاہتے تھے کہ وہ تحریریں کسی کم علم کی نظر سے گزریں اور وہ اندیشوں کے عذاب میں مبتلا ہو جائے۔

عارف کی پہچان :

ایک بار ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ عارف کی تعریف کیا ہے ؟ جواب میں حضرت جنید نے فرمایا "عارف وہ ہے جو تیرا راز بتائے اور خاموش بیٹھا رہے۔"

حضرت جنید نے فرمایا کہ پانی اس رنگ میں نظر آتا ہے جو اس کے برتن کا ہوتا ہے۔ آپ کے اس قول مبارک کا مفہوم یہ ہے کہ جیسا زمانہ اور وقت ہوتا ہے ویسی عارف کی شان ہوتی ہے۔

مشہور بزرگ حضرت ذوالنون مصری نے عارف کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا "ابھی یہاں تھا ابھی چلا گیا" جب حضرت جنید کے سامنے ذوالنون مصری کے یہ الفاظ دہرائے گئے تو آپ نے فرمایا عارف کو کوئی حالت کسی حالت سے روک نہیں سکتی اور نہ کوئی مکان اسے دوسرے مقام پر جانے سے باز رکھ سکتا ہے لہذا وہ سب مکانوں کے ساتھ وہی نسبت رکھتا ہے جو نسبت اسے اس مکان سے ہے جس میں وہ موجود ہے۔

توحید :

کسی شخص نے برسر مجلس پوچھا۔ شیخ یہ تو بتایئے کہ خالص توحید کیا ہے ؟ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا توحید یہ ہے کہ بندے کی آخری حالت ابتدائی حالت کی طرف رجوع کرے اور وہ ویسا ہی ہو جائے جیسا کہ عالم وجود میں آنے سے پہلے تھا۔ ایک اور موقع پر ایک شخص نے توحید کا مطلب پوچھا تو فرمایا یقین ہی کا نام توحید ہے۔ اس شخص نے دوسرا سوال کیا کہ یقین کسے کہتے ہیں ؟ حضرت جنید نے فرمایا "تیرا یہ سمجھنا کہ خلقت کے تمام حرکات و سکنات خدائے وحدہ لاشریک کے حکم سے ہیں۔ جب تجھے یہ عرفان حاصل ہو جائے تو سمجھ لے کہ تو موحد ہو گیا۔" آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال ہوئے علم توحید کی بساط تہ کر کے رکھ دی گئی ہے اب تو لوگ اس کے گرد و پیش اور آس پاس کی باتوں پر بحث کیا کرتے ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ اگر ایک شخص ایک لاکھ برس تک حق تعالی کی طرف توجہ رکھے اور پھر ایک لمحہ کے لئے دوسری طرف متوجہ ہو جائے تو جو گھڑی اس نے کھودی وہ اس زمانے پر غالب رہے گی جس میں اسے توجہ حاصل تھی۔

علمِ غیب :

ایک بار اہل شام نے آپ سے علم غیب کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت جنید بغدادی نے فرمایا۔ اللہ غیب کی چیزوں کے علم میں بے مثال ہے۔ یعنی اس کے سوا کسی کو علم غیب نہیں لہذا جو کچھ ہو اور جو کچھ ہو گا اس کا علم حق تعالی کے سوا کسی کو نہیں مزید یہ کہ جو چیز نہیں ہونے والی ہے اور اگر ہوتی تو کیسی ہوتی ان باتوں کا علم بھی اللہ تعالی کو حاصل ہے۔

ایک بار آپ کے شاگرد خاص شیخ ابو بکر شبلی نے برسر مجلس بلند آواز میں کہا "جل جلالہ" یہ سنتے ہی حضرت جنید بغدادی نے فرمایا کہ اگر اللہ غائب ہے تو غائب کا ذکر کرنا غیبت ہے اور اگر حاضر ہے تو حاضر کے سامنے اس کا نام لینا بے ادبی ہے۔ حضرت جنید کے اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ جب ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے تو پھر اس کا ذکر بھی اتنی رازداری سے کیا جائے کہ اللہ اور بندے کے سوا کسی تیسرے کو اس بات کی خبر نہ ہو۔ واضح رہے کہ ذکر الہی کے معاملے میں حضرت جنید جذبے اور جوش کے قائل نہیں تھے۔ آپ معرفت کے راستے میں ایک انتہائی محتاط اور ہوش مند انسان تھے اور آپ نے پوری زندگی اسی محتاط روی اور ہوش مندی کے ساتھ بسر کی۔

سماع :

حضرت جنید بغدادیؒ بھی دوسرے صوفیاء کی طرح سماع سنا کرتے تھے مگر آپ کی مجلس سماع سماع کی دیگر محفلوں سے مختلف ہوتی تھی۔ آپ کی مجلس میں مزامیر یہ سازوں کا گزر نہیں ہوتا تھا۔ آپ صرف اعلیٰ درجے کا عارفانہ کلام سنا کرتے تھے۔ سماع کے بارے میں حضرت جنید کا مشہور قول ہے کہ تین مواقع ایسے ہوتے ہیں جب فقیروں پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔

اک سماع کے وقت جب فقیر آواز حق کے سوا کچھ نہیں سنتا۔ دوسرے کھانا کھاتے وقت، اس لئے کہ فقیر اسی وقت کھانا کھاتے ہیں جب وہ فاقہ کشی کی حالت سے گزر جاتے ہیں۔ تیسرے علم کا چشمہ فیض جاری کرتے وقت، اس لئے کہ فقیر اس وقت اولیاء اللہ کی صفات کے سوا کچھ اور بیان نہیں کرتا۔

حضرت جنید بغدادی نے مجلس سماع کے آداب بیان کرتے ہوئے فرمایا "سماع تین چیزوں کا محتاج ہے زمان، مکان اور رضوان "یعنی زمانہ اور جگہ بھی مناسب ہو اور اہل محبت بھی اچھے ہوں۔ آپ سماع کے دوران جذب و مستی اور بے قراری کے مظاہرے کو پسند نہیں فرماتے آپ کے حلقے میں ایک صاحب دل نوجوان تھا جب سماع اپنے عروج پر پہنچتا تو وہ نوجوان مضطرب ہو کر چیخنے لگتا۔ ایک دن محفل سماع جاری تھی کہ وہ نوجوان مضطرب ہو کر چیخا۔ حضرت جنید نے انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے اس نوجوان کی طرف دیکھا مگر چونکہ وہ نوجوان اپنے ہوش میں نہیں تھا اس لئے حضرت شیخ کے اشارے کو نہ دیکھ سکا۔ پڑھنے والے نے ایک اور کیف آور شعر پڑھا جسے سن کر نوجوان کے اضطراب میں مزید اضافہ ہو گیا اور وہ شدت جذبات سے مجبور ہو کر دوبارہ چیخا۔ آپ خاموش نہ رہ سکے اور پر جلال لہجے میں نوجوان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تم ہماری صحبت کے قابل نہیں ہو اس لئے ہماری مجلس سے چلے جاؤ۔" یہ حضرت جنید کے الفاظ کا اثر تھا کہ نوجوان سنبھلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور مجلس کے احترام میں خاموش ہو کر بیٹھ گیا اور سماع دوبارہ شروع ہو گیا۔ نوجوان کے لئے ممکن نہیں تھا کہ وہ حضرت جنید بغدادی جیسے بزرگ کی صحبت چھوڑ کر چلا جائے نتیجتاً اس نے طے کر لیا کہ وہ سماع کے دوران خاموش رہے گا چاہے اس کوشش میں اس کا دم ہی نکل جائے۔ پھر ایسا ہوا کہ سماع کے شروع ہوتے ہی نوجوان کی حالت غیر ہو جاتی مگر وہ آپ کے حکم کے پیش نظر خاموش رہتا پھر لحظہ بہ لحظہ اس کا اضطراب بڑھتا رہا یہاں تک کہ ضبط مسلسل کے سبب نوجوان کے پورے جسم سے پسینہ جاری ہو جاتا۔ پھر ایک دن نوجوان کا اضطراب حد سے بڑھ گیا اس نے ایک جگر شگاف چیخ ماری اور جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔

حضرت جنید کے جانشین حضرت شیخ ابو محمد جریری آپ کی مجلس سماع کا حال بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت ابن مسروق اور دوسرے بزرگ مجلس سماع میں موجود تھے اور قوال بڑے جوش کے عالم تھے حضرت ابن مسروق میں اضطراب کے عالم میں اٹھ کھڑے ہوئے مگر جنید اپنی نشست پر اسی طرح بیٹھے رہے کہ آپ کے جسم کو معمولی سی حرکت بھی نہیں ہوتی تھی پھر جب مجلس ختم ہو گئی تو شیخ ابو محمد جریری نے عرض کیا حضرت آپ پر سماع کا کچھ اثر ہوا؟ جواب میں حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ابو محمد تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو کیا وہ بادلوں کی طرح اڑتے پھرتے ہیں؟ بے شک حضرت جنید استقامت میں ایک پہاڑ کی مانند تھے۔ انتہائی وجد کے عالم بھی نہایت پر سکون رہتے نہ خود بے قرار ہو کر کھڑے ہوتے اور نہ کسی شاگرد کے لئے اس عمل کو جائز سمجھتے۔

دربارۂ تصوف و صوفی:

حضرت جنید بغدادیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی صوفی کی یہ حالت دیکھو کہ وہ ظاہرداری کی باتوں کا زیادہ خیال رکھتا ہے تو سمجھ لو کہ اس کا باطن خراب ہے۔

تصوف ایک ایسا موضوع ہے جس پر صدیوں سے شدومد کے ساتھ بحث جاری ہے مگر اس سلسلے میں حضرت جنید نے جو کچھ فرمایا اس پر کسی بھی زاویے سے اضافہ نہیں کیا جا سکا۔ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تصوف یہ ہے کہ اللہ سبحانہ اور تیرے درمیان کوئی واسطہ باقی نہ رہے۔

ایک بار فرمایا کہ تصوف تو ایک جنگ ہے جس میں صلح نہیں جنگ سے مراد نفس کے خلاف جنگ ہے اور نفس آخری سانس تک باقی رہتا ہے۔ اس لئے نفس کے ساتھ صلح نہیں ہو سکتی۔

ایک دن فرمایا تصوف اللہ کے ساتھ معاملات کے صاف ہونے کا نام ہے اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ دنیا سے روگردانی کی جائے۔"

ایک دن وعظ کے دوران فرمایا تصوف یہ ہے کہ اسی تصوف سے اللہ تیری خودی کو مٹا کر مار ڈالے اور پھر اسی تصوف سے تجھے زندہ کر دے۔"

ایک اور موقع پر صوفی کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا۔" صوفی وہ ہے جو زمین کی مانند ہو کہ دنیا بھر کی غلاظت اس پر ڈالی جاتی ہے مگر اس کے اندر سے سرسبز فصل پھوٹتی ہے۔"

حضرت جنید بغدادی فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر ہے جو انبیائے پاک علیہم السلام کے ساتھ مخصوص تھیں۔

۱۔ سخاوت جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وصف خاص تھی (دوسری روایت میں ہے کہ صوفی کا دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح دنیا کی دوستی سے پاک ہو)

۲۔ دوسری رضا جو حضرت اسحٰق علیہ السلام کے لئے مخصوص تھی (دوسری روایت میں ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مثال دی گئی ہے)

۳۔ صبر جس کا حق حضرت ایوب علیہ السلام نے ادا کیا۔

۴۔ اشارہ جو حضرت ذکریا علیہ السلام کے لئے مخصوص تھا

۵۔ اندوہ و غم جسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔

۶۔ غریب الوطنی جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے لئے مخصوص تھی۔

۷۔ سیاحت جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے خصائص میں تھی۔

۸۔ فقر اور درویشی جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بطور خاص عنایت ہوئی تھی۔ (دوسری روایت میں ہے کہ مناجات میں صوفی کا اخلاص حضور اکرم ﷺ کی طرح ہو۔)

ان مثالوں سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ صوفی پیغمبرانہ شان کے حامل ہوتے ہیں۔ دراصل انبیائے کرام علیہم السلام سیرت و کردار کے اعلیٰ ترین نمونے ہوتے ہیں اس لئے ان کی تقلید کر کے دیگر اہل ایمان ولایت کی منزل تک پہنچ سکتے ہیں۔

حکایت کی اہمیت :

ایک بار کسی شخص نے برسر مجلس آپ سے پوچھا کہ مریدوں کو حکایتیں سنانے سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ آپ نے جواباً فرمایا کہ حکایتیں تو اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ جس سے مریدوں کے دلوں کو تقویت پہنچتی ہے۔ اس شخص نے دوسرا سوال کیا "کیا آپ کے پاس اس کا کوئی ثبوت بھی ہے؟" آپ نے فرمایا کہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد مقدس ہے "ہم تم سے پیغمبروں کے تمام قصے بیان کریں گے جس سے تمہارے دلوں کو مضبوطی ملیں گے۔"

اخلاص کا سبق :

میں نے اخلاص ایک حجام سے سیکھا وہ اس وقت مکہ معظمہ میں کسی رئیس کے بال بنا رہا تھا میری مالی حالت نہایت خستہ تھی اس لئے میں نے حجام سے کہا "میں اجرت کے طور پر تمہیں ایک پیسہ نہیں دے سکتا پس تم خدا کے لئے میرے بال بنا دو۔" میری بات سنتے ہی اس حجام نے اس رئیس کو چھوڑ دیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا "تم بیٹھ جاؤ" کہنے کے رئیس نے حجام کے طرز عمل پر اعتراض کیا تو وہ معذرت کرتے ہوئے بولا "جب خدا کا نام اور واسطہ درمیان میں آجاتا ہے تو میں سارے کام چھوڑ دیتا ہوں۔" حجام کا جواب سن کر مجھے بڑا تعجب ہوا پھر اس نے قریب آکر میرے سر کو بوسہ دیا اور بال بنانے لگا۔ اپنے کام سے فارغ ہونے کے بعد حجام نے مجھے ایک پڑیا دی جس میں کچھ رقم تھی اور کہا "اسے اپنے استعمال میں لانا" حجام کے لہجے میں بڑا خلوص تھا اس لئے میں نے وہ رقم قبول کر لی اور اس کے ساتھ نیت کی کہ مجھے جو پہلی فتوح حاصل ہو گی وہ حجام کی نذر کروں گا۔ پھر چند روز بعد میرے پاس کچھ روپیہ آیا تو میں سیدھا اس حجام کے پاس پہنچا اور وہ رقم اسے پیش کر دی۔ "یہ کیا ہے؟" حجام نے حیران ہو کر پوچھا۔ میں نے پورا واقعہ اس کے سامنے بیان کر دیا۔

(باقی صفحہ ۳ پر)

احوال و آثار شاہِ ہمدانؒ

ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی (مرحوم) و ڈاکٹر محمد ریاض (مرحوم)

ان جستہ جستہ اشاروں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے۔ کہ شاہ ہمدان نے براعظم ایشیا کے کئی خطوں اور کئی قومیتوں سے منسوب لوگوں میں ایک دینی اور تمدنی انقلاب برپا کیا اور علماء کے گروہ میں ایسے انقلاب برپا کرنے والے شاذ ہی ملیں گے۔ اس سیاق میں ان کی منقبت میں علامہ اقبال کے "جاوید نامہ" (آں سوئے افلاک) کے چند اشعار دیکھیں۔ رومی، زندہ رود اقبال سے اس بہشت نشین بزرگ کو یوں متعارف کرواتے ہیں:

گفت رومی آنچہ می آید نگر
دل بدہ با آنچہ بگذشت اے پسر

شاعر رنگیں نوا طاہر غنی
فقر او باطن غنی ظاہر غنی

نغمہ می خواند آن مست مدام
در حضور سید والا مقام

سید السادات سالار عجم
دست او معمار تقدیر امم

تا غزالی درس اللہ ہو گرفت
ذکر و فکر از دودمان او گرفت

مرشد آن کشور مینو نظیر
میر و درویش و سلاطین را مشیر

خطہ را آن شاہ دریا آستیں
داد علم و صنعت و تہذیب و دیں

آفرید آن مرد ایران صغیر
با ہنرہای غریب و دل پذیر

یک نگاہ او کشاید صد گرہ
خیز و تیرش را بدل راہی بدہ

ترجمہ: رومی نے کہا جو کچھ سامنے آرہا ہے، اسے دیکھو، بیٹے، جو کچھ گزر چکا اس سے دل وابستہ نہ رکھ۔ یہ رنگیں صدا شاعر غنی کشمیری ہے۔ اس کی درویشی ظاہر و باطن کی بے نیازی تھی۔ وہ سدا مستی والا شاعر بلند مقام سید کے حضور نغمے الاپنے پر مامور ہے۔ وہ کہتا ہے وہ سادات کے سرور اور عجم کے رہنما تھے۔ ان کا ہاتھ امتوں کی تقدیر کا معمار تھا۔ امام محمد غزالی نے ان ہی کے خاندان سے اللہ ہو کا درس اور ذکر و فکر کسب کیا تھا۔ وہ اس بہشت کی سی ریاست (کشمیر) والوں کے مرشد اور امراء، درویش اور سلاطین کے مشیر تھے۔ فیاض و جوانمرد شاہ ہمدان نے منطقہ کشمیر کو علم، صنعت، تہذیب اور دین عطا کیا۔ اس مرد بزرگ نے نادر اور دلپذیر فنون کے ذریعے (کشمیر کو) ایران صغیر بنایا۔ ان کی نگاہ واحد سو گرہیں کھول دیتی ہے۔ اٹھ اور ان کے تیر نگاہ کو دل میں پیوست کر دے۔

ملا محمد طاہر غنی (۱۰۷۹ھ) کے اجداد شاہ ہمدان کی معیت میں ہی کشمیر وارد ہوئے تھے۔ وہ شاہ ہمدان کے متاخر ارادت مندوں میں سے تھا۔ امام محمد غزالی نے راہ سلوک کی تلقین حضرت سید مرتضیٰ حسینی ذوالشرفین المعالی محمد (۴۸۰ھ) سے حال کی تھی۔ اقبال کے اشعار میں ان واقعات کی تلمیحات ملتی ہیں۔ باقی اشعار حضرت ممدوح کی کشمیر میں خدمات کے خاکے ہیں۔

شاہ ہمدان نے سادات اور غیر سادات کے درمیان رشتہ داریاں قائم کروا کر وسعت ظرف و نظر کا ثبوت دیا تھا۔ ان کے ذریعے عربی اور بالخصوص فارسی زبان کی کشمیر میں بہت پیش رفت ہوئی۔ آٹھویں صدی ہجری کے وسط تک برصغیر میں فارسی کا خاصا چلن تھا۔ اس صدی میں حسن دہلوی، امیر خسرو اور چراغ دہلوی کی نثر و نظم کا تداول ہوا اور اس سے قبل کئی دوسرے باکمال گزرے تھے۔ مگر کشمیر میں فارسی کا سرمایہ فارسی ۔ مراکز ادب فارسی، پشاور، لاہور، دہلی اور دکن کے سرمائے سے بڑھ گیا۔

شاہ ہمدان حکام و امراء کے مرشد و مشیر تھے۔ البتہ ان کے ارشادات عوامی بہبود کے لئے مختص رہے۔ انہوں نے کبھی کسی ذاتی رفاہ کی التماس نہ کی بلکہ پیش کش یا نذر کو وہ محتاجوں اور مساکین میں بانٹ دیتے تھے۔ ان کی بنائی ہوئی ٹوپیاں بادشاہ اور امراء زیب تن فرماتے تھے۔ اس کسب سے بھی وہ محتاجوں کی مدد کرتے تھے۔ ان کی کلاہ مسعود کا ایک واقعہ نقل کر دیں۔ شاہ صاحب نے ایک مرتبہ سلطان قطب الدین (۷۷۵-۷۹۵ھ) کو اپنی ٹوپی عنایت فرمائی اور اس عقیدت مند سلطان اور اس کے جانشینوں نے اسے ہمیشہ اپنے تاج کے نیچے پہنا مگر سلطان فتح شاہ (وفات ۹۲۵ھ) نے اسے لاش کے ساتھ دفن کرنے کی وصیت کی اس کے دفن ہو جانے پر شاہ صاحب نے کسی بزرگ کو خواب میں فرمایا: ان شاہ میریوں نے میری ٹوپی دفن کر کے اپنی سلطنت کو بھی دفن کر دیا ہے۔ اب وہ زیادہ دیر تک حکومت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ ایسے ہی ہوا۔ ۹۶۲ھ میں "چک" خاندان برسر اقتدار آ گیا۔ یہ روایت بہت معروف ہے۔ سیرت شاہ ہمدان کی ایک نمایاں صفت بے باکی ہے۔ مخالفوں اور معتقدوں کو انہوں نے نہایت بے باکی سے خطاب کیا اور اس طرح وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ حسن و خوبی سے انجام دے سکے۔ ان کی کتاب ذخیرۃ الملوک "کا باب ہفتم اس موضوع کے بارے میں ہے۔ اور

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ امر حق کے نفاذ کی خاطر وہ حکومت سے اجازت لینا ضروری نہیں جانتے۔ انہوں نے حاکمان پکھلی غیاث الدین علاؤالدین اور خضر شاہ حاکم کہنار طغان شاہ اور حاکم بلخ و بدخشاں سلطان محمد بہرام شاہ کے نام خط لکھے۔ ان کے بعض رسائل مریدوں کی التماس پر لکھے گئے جیسے رسالہ "فتوحیہ" امیر طوطی علی شاہ کے لئے اور رسالہ واردات بہرام شاہ، بادشاہ بلخ و بدخشاں کے لئے۔ یہ مکتوبات اور رسائل شاہ ہمدان کی بیباک قیادت اور حق گوئی کے مظہر ہیں۔ ان بیباکانہ تلقینات کے ذریعے شاہ ہمدان ابلاغ حق اور اصلاح احوال کی مساعی کو کامیاب کرواتے رہے۔

اولاد و اعقاب

شاہ ہمدان کی اولاد ایک بیٹی اور ایک صاحبزادے پر مشتمل تھی۔ صاحبزادی کے بارے میں اتنا معلوم ہے کہ وہ شیخ اسحاق ختلانی کے نکاح میں تھی۔ شیخ اسحاق ختلانی سے دو متوازی سلاسل صوفیہ آ ملتے ہیں۔ ایک میر سید نور بخش (۸۶۹ھ) کا سلسلہ نوربخشیہ ہے اور دوسرے شیخ موصوف کے داماد اور دوسرے مرید سید عبداللہ برزش آبادی مشہدی (۸۷۲ھ) کا سلسلہ ذھبیہ جو سلاسل کبرویہ و سہروردیہ میں آ ضم ہو جاتا ہے۔ شاہ ہمدان کی صاحبزادی غالباً ان کے صاحبزادے میر سید محمد ہمدانی (۷۷۴-۸۵۴ھ) سے بڑی تھیں۔

شاہ ہمدان ۷۷۳ھ سے قبل ہمدان سے ختلان منتقل ہو چکے تھے۔ لہٰذا ان کے صاحبزادے ۷۷۴ھ میں اسی شہر میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ ان کے اساتذہ میں شاہ ہمدان کے علاوہ شیخ اسحق، جعفر بدخشی اور مولانا محمد عمر خراسانی کے نام لئے جاتے ہیں۔ محمد ۱۲ برس کے تھے کہ شاہ ہمدان کا انتقال ہو گیا۔ آپ ختلان میں مقیم اور تعلیم و سلوک کی منازل طے کرتے رہے۔ ۷۹۶ھ میں بعمر ۲۲ سال انہوں نے بھی کشمیر کی طرف ہجرت کی۔ کوئی ۳۰۰ سید ان کے ہمراہ تھے۔ سادات ایرانی کی کشمیر میں یہ دوسری نقل مکانی تھی۔ کشمیر میں اس وقت سلطان قطب الدین کے سات سالہ بیٹے اسکندر کی حکمرانی تھی۔ شاہی اختیارات اس کی والدہ انجام دیتی تھی۔ بعد میں جوان ہو کر یہ سلطان تاریخ میں اسکندر بت شکن کے طور پر معروف ہوا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ جوشیلے نو مسلم خود اپنے بتوں کو توڑتے تھے۔ مگر مخالفین اس کام کو سلطان کے حکم سے منسوب کرتے رہے۔ میر سید محمد ہمدانی ۸۱۷ھ تک پورے ۲۲ برس کشمیر اور نواحی علاقوں میں تبلیغ و ارشاد میں مشغول رہے۔ وہ کشمیر کے اس خطے میں بھی تبلیغ

کرتے رہے جہاں سردست آزاد جموں و کشمیر کی حکومت قائم ہے۔

سلطان اسکندر نے ۸۱۹ھ میں وفات پائی (عمر ۲۸ سال) اس کا وزیر اعظم ملک سیف الدین بٹ ایک پرحرارت مسلمان تھا۔ وہ حضرت سید محمد کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا۔ پہلے وہ ملک سہا بھٹ موسوم تھا۔ وہ سلطان قطب الدین کا بھی وزیر رہا۔ سید محمد نے تاج بی بی نام کی ایک خاتون سے شادی کی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد اس نو مسلم وزیر کی بیٹی بی بی بارعہ ان کے نکاح میں آئیں۔ ان کی اس زوجہ کا مزار چرار شریف میں، سری نگر کے ۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ سید محمد نے سلطان اسکندر کی مدد سے موقوفات سے لوگوں کو مستفید کیا۔ یہ موقوفات لنگر خانوں، سرائے اور خانقاہوں پر مشتمل تھے۔ ان کا ایک یادگار کارنامہ مسجد شاہ ہمدان یا خانقاہ معلیٰ کی تعمیر ہے۔ شاہ ہمدان کی یہ وعظ گاہ غیر مسلموں کی نظر میں بھی ایک محترم مقام ہے۔ چنانچہ اس کی توصیف میں ذیل کے اشعار پنڈت بابو رام شریف نے لکھا ہیں

شہر کے قلب میں ہے مسجد شاہ ہمدان
جس سے ہر دیدہ مسلم میں ہے نور عرفان
کہ درخشاں ہے ہر اک سمت کلام یزداں
خانۂ دل کو ضیا بخشی، چراغ ایماں

سید محمد نے وچی میں خانقاہ والا تعمیر کروائی اور ترال میں خانقاہ اعلیٰ ان کے آثار ابھی باقی ہیں۔ ان کا بڑا کام تو تبلیغ دین ہی ہے۔ ان کے ہاتھ پر ہزاروں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ایک فارسی شاعر نے کہا ہے:

وارث امجد امیر کبیر
داد دین را رواج در کشمیر
شد زنو مسلمان چناں کثرت
کز شائش برد حشر حسرت

ترجمہ: حضرت امیر کبیر (شاہ ہمدان) کے محترم صاحبزادے نے کشمیر میں دین کو مروج کیا۔ تو مسلموں کی اتنی کثرت ہوئی کہ اسے دیکھ کر قیامت کو بھی رشک آئے۔ حضرت سید محمد نے وادی کشمیر میں شرع اسلامی کا نفاذ کروایا۔ شراب کی کشید سماع بامزامیر اور قمار بازی کو انہوں نے قانوناً بند کروایا تھا ہندو عورتوں کی رسم ستی کو انگریزوں نے بند کروایا تھا اور خود ہندوؤں کو اس رسم کے باقی رہنے سے عار محسوس ہو رہی ہے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ حضرت سید محمد نے اس ننگ انسانی کام کو ممنوع قرار دلوایا۔

وہ شرح شمسیہ فی المنطق (عربی) اور رسالہ تعرفیہ (فارسی) کے مصنف ہیں۔

حضرت سید محمد ہمدانی اپنے والد ماجد کے ہمراہ ختلان میں ہی مدفون ہیں۔ شاہ ہمدان کے اولاد و اعقاب میں کئی باکمال تھے۔ یہ لوگ برصغیر کے علاوہ شمال ہمدان اور پنجاب (نزد بلخ) میں ہیں۔ ہمدان کے شمال میں بابا طاہر ہمدانی کے مزار کے قریب موقوفات بھی ہیں۔ کشمیر میں سری نگر کے نواح میں ان سے منسوب کئی اعقاب ہیں۔ ڈاکٹر سید عبدالرحمن کی کتاب "ہم اور ہمارے اسلاف" مظہر ہے کہ احفاد شاہ ہمدان کئی دوسرے مقامات پر بھی موجود ہیں مثلاً پشاور میں حضرت سید حسن پشاوری (۱۱۱۵ھ) کی زوجہ ان کی اولاد میں سے تھیں۔ اسی طرح سید مرزا جمال ہمدانی بھی ان کی اولاد تھے (ڈاکٹر سید عبدالرحمن ہمدانی نشتر میڈیکل کالج ملتان کے پرنسپل رہے۔ وہ ہمدان کے نواح میں ایرانی حکومت کی دعوت پر مامور خدمت بھی رہے۔) شاہ ہمدان کے اعقاب میں ڈاکٹر سید آغا سید حسین ہمدانی استاد و محقق تاریخ و سیاسیات ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ حضرت شاہ ہمدان کی اولاد میں سے ایک بزرگ کامل سید احمد کبیر المعروف شاہ بلاول (وفات ۹۷۳)۱۸۷ھ نے سیون سیکر وادی میں تبلیغ دین کا فریضہ انجام دیا اور ان کی ایک زوجہ فیروزہ خاتون سلطان شیر شاہ سوری کی دختر تھی۔ جن کے بطن سے ایک اور ولی اللہ سید شاہ اسحاق (وفات ۲۲ھ) جو موضع ڈیڈیال (چکوال) میں مدفون ہیں۔ ان کی اولاد ضلع چکوال، ضلع خوشاب، ضلع سرگودھا، ضلع جہلم اور پنجاب کے دیگر اضلاع میں آباد ہے۔ حال ہی میں پاکستان میں آباد سادات ہمدانیہ نے ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی کی سربراہی میں سادات ہمدانیہ کونسل تشکیل دی ہے جس نے حضرت شاہ ہمدان کے مشن کو عام کرنے کا بیڑا اٹھایا ہے۔

شاہ ہمدان کی نثر و نظم

اپنی گوناگوں دینی و معاشرتی خدمات کے علاوہ شاہ ہمدان شاعر اور مصنف کے طور پر بھی معروف ہیں۔ اور ان کی بعض کتابیں یقیناً تحریر اور موضوع کے اعتبار سے قابل توصیف ہیں۔ ان کا شعری سرمایہ مختصر ہے۔ صرف ۴۱ غزلیں اور ۹ رباعیات مگر عربی اور فارسی نثر میں ان کی چھوٹی بڑی کتابوں کی تعداد ۱۰۰ سے متجاوز ہے۔ ان کے موضوعات تصوف عرفان، نظام اخلاق، سیاست اور جوانمردی (فتوت) وغیرہ ہیں۔ ان کے بعض عربی اور فارسی رسالوں کے نام اور موضوع مشترک ہیں۔ ان کے ارادت مندوں نے بعض اقتباسات ان کی ضخیم کتابوں سے اخذ کئے اور انہیں جداگانہ رسالوں کی شکل دی ہے۔

شاعری

شاہ ہمدان کا شعری مجموعہ "چہل اسرار" کے نام سے موسوم ہے۔ اور یہ اب تک تین بار شائع ہو چکا ہے۔ مستا شاہ کاملی نے اس پر شرح آمیز "مخمسات" بھی لکھی تھیں۔ مشہور ہے کہ یہ ۴۱ غزلیں شاہ ہمدان نے ایک ہی رات میں لکھی تھیں۔ کرامت کا خلاصہ یہ ہے کہ انہیں ایک رات ۴۱ مقامات پر جانے کی دعوت ملی۔ وہ ازروئے کرامت ہر کہیں نظر آئے اور ہر دعوت میں ایک غزل بھی پڑھی۔ ان کے علاوہ ان کی ۹ رباعیات بھی ملتی ہیں۔ شعر میں وہ عرفانی شعراء مثلاً سنائی، عطار اور رومی کے پیرو ہیں۔ گو سعدی اور حافظ کے رنگ سے وہ بیگانہ نہیں۔ رومی کی غزل سے مطلع کو انہوں نے تضمین کیا اور اس پر ایک پوری غزل لکھی ہے۔ مطلع مندرجہ ذیل ہے:

از کنار خویش یابم دمادم بوی یار
وان ہمی گیرم بہر دم خویشتن را در کنار

ترجمہ: مجھے اپنے پہلو سے مسلسل اپنے محبوب کی خوشبو آرہی ہے۔
میں اسی لئے ہر گھڑی اپنے آپ سے بغل گیر ہو رہا ہوں۔

شاہ ہمدان کی غزلیات طویل ہیں۔ ہم یہاں تبرکاً ان کی ایک رباعی کا ترجمہ لکھے دیتے ہیں۔

نہ دیدہ بود آنکہ جستجویش نکند
نہ کام و دھان کہ ذکرش نکند
ہر دل کہ درو حب الہی نبود
گر پیش سگ افگند بویش نکند

ترجمہ: وہ آنکھ ہی نہیں جو اس (حق تعالیٰ) کی تلاش نہ کرے۔ وہ حلق و زبان ہی نہیں جو اس کا ذکر نہ کرے۔ جس دل میں حب الہی نہ ہو، اسے کتے کے آگے ڈالو تو وہ اسے نہیں سونگے گا۔

مجموعہ "چہل اسرار" میں ۴۱ غزلیں اور ۹ رباعیات ہی شامل رہی ہیں۔ احتمال ہے کہ شاہ موصوف کی نثری عربی اور فارسی کتابوں میں مندرج بعض اشعار ان کے اپنے ہوں۔ یہاں پر تبرکاً ہم ان کی دو مطبوعہ کتابوں کا ذکر کئے دیتے ہیں۔

ذخیرۃ الملوک

ذخیرۃ الملوک یعنی بادشاہوں کا سرمایہ۔ شاہ ہمدان کی یہ کتاب کمیت اور کیفیت کے اعتبار سے ان کی دیگر تصانیف سے اہم تر ہے۔ اسلام کے نظام سیاست و مدن پر قرون وسطیٰ کی اہم تر کتابوں میں سے ایک یہی ہے۔ کتاب کسی ایک بادشاہ یا شاہ ہمدان کے کئی مرید ملوک کی التماس پر لکھی گئی ہے۔ کتاب کے متن کی تین اشاعتیں نظر سے گزری ہیں۔ اور تین اردو ترجمے بھی۔ یہ کتاب ترکی، فرانسیسی اور لاطینی میں ترجمہ ہوئی۔ اور اس کے ساتویں باب (نظام احتساب) کے پشتو ترجمے کا مخطوطہ موجود ہے۔ مصنف نے کتاب، اور اس کے ابواب کو یوں متعارف کروایا ہے۔

پس از حمد، نعت اور منقبت کے گناہگار بندہ درویش علی بن شہاب ہمدانی جو قصبو، واری اور کاملی میں مشہور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور فضل اور حضرت محمد رسول اللہؐ نیز ان کی آل و اصحاب کے توسط سے اسے شکر نعمت ادا کرنے میں کامیاب کرے۔ عرض کرتا ہے کہ عرصہ دراز گزر گیا کہ بعض مسلمان حاکم اور سلطان اور نوع انسان کے بزرگ لوگ جو امور دین میں اصلاح و بہتری کا اہتمام کرتے تھے اور آئینہ دل کو گناہ کی آلودگی سے پاک رکھتے تھے۔ وہ اس تعلق خاطر کی بنا پر جو اس خاکسار سے رکھتے تھے ایک مفید تذکرہ لکھنے کا تقاضا کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی دنیا میں کثرت کرے اور آخرت میں ان کا انجام بہتر بنائے۔ مگر یہ عاجز اس مشکل کام میں تامل کرتا رہا اور ہر

(جاری ہے)

تعارف صوفیہ نوربخشیہ

مولانا انور الصوروی فاضل عربی - بی اے

ضرورتِ ولایت:

سابقہ بیانات میں اولیاء اللہ کی تعریف وتوصیف اوران کے طبقات پر بحث ہو چکی ہے لیکن بعض عوام الناس سوال کرتے ہیں کہ اولیاء کی ولایت کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟اور اللہ رب العزت کے ہاں ولایت کی کیا اہمیت ہے؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی چیز کے بارے میں اس کی اہمیت اور افادیت سے واقف ہوئے بغیر اس کی پہچان ناممکن ہے۔اس لئے ولایت کی ضرورت واہمیت پر بھی نوربخشی تعلیمات کے پس منظر میں تفصیلی روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔

یادرکھنا چاہئے کہ ولایت دو اسباب پر قائم ہونا ثابت ہے یعنی ہدایت اور معرفت۔

حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ نے رسالہ الھدیٰ میں لکھا ہے

اذا اراد اللہ ھدایة قوم بعث فیھم رسولاً کما کان فی امم الماضیة و القرون الخالیة او ولیاً کما کان بعد ختم النبوة فی ھذہ الامة المکرمة المحمدیة ﷺ

"جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کی ہدایت کا ارادہ فرماتا ہے تو اس قوم میں کسی رسول کو مبعوث فرماتا ہے جیساکہ گزری ہوئی امتوں اور گزرے ہوئے زمانوں میں ایسا ہوا تھا۔یا کسی ولی کو جیساکہ ختم نبوت کے بعد اسی امت کریمہ محمدی ﷺ میں یہ سلسلہ رائج ہے۔

اسی کتاب میں دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

والغرض من معرفة اولیاء معرفة اللہ تعالی "یعنی اللہ کے ولیوں کی پہچان کا مقصد اللہ تعالیٰ ہی کی پہچان ہے۔"

افادیتِ معرفتِ ولی:

اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کے دلوں کو حقائق اشیاء کے پہچاننے کی دستگاہ بنایا ہے اور یہ خزانے انسان میں موجود سارے خزانوں سے اکمل وافضل پائے گئے ہیں ،اس لئے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے ذریعے علوم اشیاء کے بے شمار دروازے کھل گئے ہیں جن کے نوامیس سے انسان کی قلبی تاریکیاں دور ہونے کی سبیل پیدا ہو گئی اور معرفت رب اور ہدایت اور نجات کا راستہ متعین ہو گیا۔اس لئے حدیث قدسی میں آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔"جس نے میرے کسی ولی کو تکلیف دی اس نے میرے ساتھ جنگ کا راستہ تلاش کر لیا"۔

حضرت شاہ سید محمد نوربخشؒ نے جواب مکتوبات فقہا (مخطوطات سلیمانی لائبریری استانبول ترکی) میں لکھتے ہیں کہ

" دین محمدی ﷺ شریعت ، طریقت اور حقیقت پر مشتمل ہے جیساکہ آنحضور ﷺ نے فرمایا۔

الشریعة اقوالی و الطریقة افعالی والحقیقة احوالی

"شریعت میرے فرامین کو طریقت میرے افعال کو اور حقیقت میرے احوال کو کہتے ہیں"

جو شخص شریعت سے بہرہ مند ہے وہ حقائق کے سمجھنے سے قاصر نہیں رہ سکتا لیکن جو کوئی حقائق سے بے خبر ہو وہ دین کی معرفت حاصل نہیں کر سکتا اور کشف اور تصفیہ باطن کے بغیر حقائق کی پہچان

نہیں ہوتی اور تصفیہ باطن تمام اخلاق ذمیمہ سے نفس کے تزکیہ پر موقوف ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس ایک کامل مرشد کی صحبت کے بغیر میسر نہیں آتا جس کی پیروی میں ریاضت اور مجاہدوں کے تمام طریقے سیکھ لیں یہاں تک کہ تزکیہ نفس اور تبدیل اخلاق ذمیمہ حاصل ہو تب تک اخلاق حمیدہ، تصفیہ قلب، مکاشفہ، مشاہدہ، تجلی، فنافی اللہ، بقاباللہ، علوم لدنی اور معرفت حقائق کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر اگر کوئی فرد لغت کا علم رکھتا ہے اور علم نحو سے نابلد ہے تو نحوی سے اعراب کے بیان میں اذکرواللہ ذکراً کثیرا میں اذکروا فعل اور فاعل ہے اللہ مفعول ہے، کہے تو وہ نحوی کو کافر قرار دے گا کہ اس نے اللہ کو مفعول کہا ہے۔ اگر نحوی چاہے تو لغوی علوم کے جاننے والے کو اس بات سے منسوب کرے اور اس پر یہی شبہ کر بیٹھے اور نحوی کو نحو کی تعلیم سے اور کوئی چیز حاصل تو ہوتی نہیں اس لئے لغت کے عالم سے وہ وہی کچھ کہے گا۔ ایسا ہی کوئی فرد اہل عرفان کے بارے میں شبہ میں پڑ جائے جبکہ یہ کشفی امور سے نابلد ہے تو لازماً اس کا شبہ اہل عرفان کے بارے میں وہی ہوگا جو ایک نحوی کا لغوی کے بارے میں اور لغوی کا نحوی کے بارے میں تھا۔

(شاہ سید محمد نور بخشؒ مزید فرماتے ہیں) اس بنا پر چند کلمات اس موضوع پر بیان کرتے ہیں شاید کہ فائدے سے خالی نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں توفیق دے کہ کلام اولیاء کا ادراک حاصل کرے کہ احوال انبیاء اور احوال اولیاء میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ جس طرح مقام بشریت اور مقام عبدیت میں تفاوت پایا جاتا ہے۔ (عبدیت اور بشریت کی) اس حالت میں ان سے نیاز مندی اور غریبی ظاہر کرنے کے سوا اور کچھ صادر نہیں ہوتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اللھم احینی مسکیناً و امتنی مسکیناً واحشرنی فی زمرۃ المساکین

"اے میرے پروردگار مجھے مسکینی کی حالت میں زندہ رکھ اور مسکینی کی موت دے اور مجھے قیامت کے روز مسکینوں کے زمرے میں محشور فرمایا"

ایسا ہی (حضرت علی) ولی اللہ علیہ والسلام فرماتے ہیں۔

الٰھی لئن جلت جلّت خطیئتی
فعفوک عن ذنبی اجل وا اوسع

"اے میرے پالنہار اگر تو عظیم ہے تو میرے گناہ بھی عظیم ہیں پس تیرا عفو میرے گناہ سے برتر اور وسیع تر ہے۔"

ایسا ہی امام المتقین زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

الٰھی عجبت ان تغفرلی و انا انا و عجبت ان لا تغفرلی و انت انت

"اے میرے رب میں حیران ہوں کہ تو مجھے کیسے معاف فرمائے گا جبکہ میری حالت زاریوں ہے اور مجھے اس بات پر بھی تعجب ہو گا کہ تو مجھے معاف نہ کرے جبکہ تُو تو تُو ہے (یعنی تیری رحمت اور مغفرت کے آگے میری معصیت ہیچ ہے۔)

اسی طرح جب مقام تخلقوا باخلاق اللہ کی صفات سے متصف ہیں اس وقت خدا کی عظمت و کبریائی کے سوا ان سے اور کوئی چیز صادر نہیں ہوتی۔ اور جب وہ روبجمال ہوتے ہیں تو انبیاء و اولیاء کے احوال نافہمیدہ صورت حال سے اشتباہ کھاتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

من رانی فقد رائی الحق ولی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل

"جس نے مجھے دیکھا گویا کہ اس نے حق تعالیٰ کو دیکھا اور میرا اور خدا کے (ربط کے واقعات میں ایسا بھی) وقت گزرتا ہے کہ جس کا احاطہ نہ کوئی ملک مقرب کر سکتا ہے اور نہ نبی مرسل۔"

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے عزیز وجود انسانی کا شجر بہت سے مراتب سے مظہر ہے اشرف اور اتم مرتبہ شجرۂ نباتی ہے جو کہ شجرہ وادی ایمن کی مانند ہے جس وقت تجلی

ربی کا شکار ہوا تو فرمایا گیا۔

یا موسیٰ انی انا اللہ رب العالمین

اے موسیٰ یقیناً میں ہی خدا ہوں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے۔

ایسے میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

سبحان ما اعظم شانی

میری شان کتنی عظیم ہے۔

ایسے میں حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

لیس فی جبتی سوی اللہ

میرے پہلو میں خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔

حسین منصور علیہ الرحمہ نے فرمایا

انا الحق

میں ہی حق ہوں۔

ابوالحسن خرقانیؒ نے فرمایا۔

انا اقل من ربی بسنتین

میں تو اپنے رب سے دو سال چھوٹا ہوں۔

اور حضرت ابوالحسن نوریؒ نے فرمایا۔

انا افضل من ربی بصفتین

میں اپنے رب سے دو صفات میں بہتر ہوں۔

(حضرت شاہ سید رحمۃ اللہ علیہ ان مذکورہ بالا واردات و احوال کی یوں خوب تاویل فرماتے ہیں کہ ان کی مثال ایسی ہے کہ کسی لوہے کو آگ کی بھٹی میں ڈال دیں اور اس پر خوب ہوا دیں تو وہ لوہا آگ کی صفت یعنی سرخی، حرارت اور جلانے کی صفت سے متصف ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں اگر وہ کہتا ہے کہ میں آگ ہوں تو اس کا انا النار کہنا درست ہے اور جب اس لوہے کو آگ کی اس بھٹی سے باہر رکھ دیں وہ اس وقت برودت یعنی ٹھنڈک کی صفت سے متصف ہو گا تو اسے انا النار کہنے کی جراءت ہی کیا ہو گی۔

ایسی ہی دوسری مثال کہ جب آئینہ کو سورج کے سامنے رکھ دیں تو سورج اس میں منعکس ہو گا اور پھر اگر آئینہ اس حالت میں انا الشمس نہ کہے تو کیا کرے جبکہ آئینہ سورج کی مکمل مثال بن گیا ہے۔ جیساکہ اولیاء اور انبیاء کی حالتیں ان مقادیر کے سامنے حقیقت حال سے متضاد نہیں ہیں جیساکہ کہا جاتا ہے۔

ان اللہ ینطق علیٰ لسان عبدہ

بے شک خدا اپنے بندوں کی زبان سے کلام فرماتا ہے۔

اور ہر وہ کلمہ جو کمل اولیاء اور انبیاء سے صادر ہوا ہے وہ ایسا ہے جیسا شجرہ موسیٰ سے صادر ہوا جس کا اظہار حق کی جانب سے ہوا تھا۔

کاملوں کی یہ ہستی موہومہ جب انوار تجلیات الٰہی سے بے حال ہو جاتی ہے تو بے خیالی میں وہ اس حد تک مضمحل ہو جاتے ہیں اور خود کو سب کچھ سمجھنے لگتے ہیں۔ جس طرح ایک ذرے کا سورج کے شعاعوں کے سامنے ہونا اور شبنم کے قطرہ میں سورج کا انعکاس ہونا ایسا ہی ہے۔

حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ فرماتے ہیں کہ نحو اور صرف تو علوم ظاہرہ کی ابتداء ہے۔ کسی سمجھانے والے عالم کی صحبت اور شاگردی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا اور شریعت اور حقیقت کی باریکیاں کسی صاحب کمال مرشد کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔

کمال از صحبت مردان توان یافت
در از دریا و لعل از کان توان یافت
بیاور صحبت اہل صفا باش
چو صحبت یافتی اہل وفا باش

حدیث میں آتا ہے کہ

من لا شیخ لہ فشیخہ الشیطان

جس کا کوئی بھی شیخ نہ ہو تو اس کا شیخ شیطان ہونا ثابت ہے۔

جیساکہ آپ نے کہا ہے۔

پیر باید راہ را تنہا مرو
وز سر عمیا درین دریا مرو

ارشاد باری تعالیٰ ہے (باقی ملاحظہ کیجیے صفحہ نمبر ۲۴ پر)

روح اور روحانیت (گزشتہ سے پیوستہ)

نفس

مولانا شکور علی انور فاضل عربی بی اے

نفس کے معنی اور تعریف :

عوارف میں ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ روح ایک پاکیزہ نسیم ہے جس پر زندگی کا مدار ہے اور نفس ایک گرم ہوا ہے جس سے مذموم حرکات اور خواہشات اور شہوات کا صدور ہوتا ہے اور اسی سے محاورہ ہے کہ فلاں کا دماغ بہت گرم ہے۔

(عوارف المعارف ص ۶۱۴)

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہو گیا کہ نفس ہی وہ خطرناک چیز ہے جس سے تمام مذموم افعال و اخلاق کا صدور ہوتا ہے اور اس بات سے ہمیں سوچنے کا موقع ملتا ہے۔ کیا یہ نفس پھر تغیر پذیر بھی ہے یعنی کیا اس میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ اگر تبدیلی ممکن ہے تو کیسے ؟

باری تعالیٰ کی درج ذیل آیت کریمہ پر غور کرنے سے نفس کی ماہیت کا علم ہو جاتا ہے اور اس کی بیماریوں کا علاج متحقق ہو جاتا ہے۔ اور اسی علاج سے تمام صلحاء و اصفیاء امت نے خوب نفع کمایا ہے اور صحت و سلامتی حاصل کی ہے۔

قد افلح من زکٰها و قد خاب من دسّٰها

جس نے اپنے نفس کو پاکیزہ بنایا فلاح پائی اور جس نے اسے آلودہ کیا وہ نامراد رہا۔

حضرت سعید بن ابی ہلالؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ یہ آیت تلاوت فرماتے تھے تو توقف فرماتے تھے اور یوں دعا فرماتے تھے۔

اللّٰھم آت نفسی تقواھا انت ولیھا و مولاھا و زکّٰھا انت خیر من زکّٰھا

اے اللہ میرے نفس کو پرہیزگاری دے دے تو اس نفس کا والی اور والا ہے اور تو اس کو پاکیزہ بنا دے تو بہترین پاکیزہ کنندہ ہیں۔

کہا گیا ہے کہ نفس ایک لطیف شے ہے جو قالب میں موجود ہوتی ہے اور اس سے صفات و اخلاق مذمومہ صادر ہوتے ہیں۔ جس طرح روح اک لطیف شے ہے اور اس سے تمام صفات و اخلاق حمیدہ صادر ہوتے ہیں۔ جس طرح آنکھ دیکھنے کا، کان سننے کا، ناک سونگھنے کا، ہاتھ چھونے کا اور زبان قوت ذائقہ کا محل ہے اسی طرح نفس اوصاف مذمومہ کا اور روح اوصاف محمودہ کا محل ہے۔

لغات کی رو سے نفس کے معنی کسی چیز کی حقیقت، اصلیت، ذات، شیطان، جسم، انسان، جنس، سانس اور روح کے ہیں۔ عام زبان میں یہ لفظ کئی مختلف اور متضاد معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً روح، انسانیت، جسم، خون اور خواہش وغیرہ۔ لیکن اصطلاحی معنوں میں عمومی اتفاق اس پر ہے کہ یہ منبع شر اور رہبر بدی ہے۔

ایک گروہ کا خیال ہے کہ نفس بدن میں روح کی طرح ایک امانت ہے۔

دوسرا گروہ کہتا ہے کہ نفس انسانی قالب کی ایک صفت ہے جیسے حیات۔ یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ سب برے اخلاق اور مذموم افعال کا سبب نفس ہے۔

(قاموس القرآن، مجمع البحرین المنجد وغیرہ)

حقیقت نفس :

حضرت ابو نجیب سہروردیؒ اپنی تالیف لطیف میں نفس کے متعلق لکھتے ہیں۔

مرید کو چاہئے کہ وہ اپنے نفس کی نگہداشت کرتا رہے اور اس کے اخلاق کو پہچانے کیونکہ وہ برائی کا حکم دینے والا ہے اور اس سے کبھی غافل نہ ہو۔ اگرچہ وہ معرفت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ خود آنحضرت ﷺ ہمیشہ نفس کی نگہداشت فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اس کے شر سے پناہ مانگتے تھے۔ (بہر حال آپ کی یہ دعا تعلیم امت کی خاطر تھی ورنہ آپ نفس کے اشرار سے پاک تھے۔)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میرے نفس کی اور میری مثال ایسی ہے جیسے بکریوں کا چرواہا جو اپنی بکریوں کو ایک جانب لے جانے کے لئے اکٹھا کرتا ہے تو وہ دوسری جانب نکل جاتی ہیں۔

ابو بکر وراق ” کہتے ہیں کہ نفس تمام احوال میں خود نما ہے اور زیادہ تر احوال میں منافق اور بعض احوال میں مشرک ہے۔

حضرت واسطیؒ فرماتے ہیں کہ نفس ایک بت ہے اس کی طرف رغبت سے دیکھنا شرک ہے اور اس کے بارے میں غور کرنا اور سوچنا عبادت ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کی مثال حسن کو ظاہر کرنے اور برائی کو چھپانے میں ایک انگارہ کی سی ہے جس کا رنگ تو اچھا ہے لیکن اس کا کام جلانا ہے اور اگر نفس کے ساتھ سختی ہوتی ہے تو وہ توبہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اگر اس کو چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنی خواہشات کا ارتکاب کرتا ہے اور بھلائیوں سے روگرداں ہو جاتا ہے۔

(رسالہ آداب المریدین ص ۵۶)

کہا گیا ہے کہ نفس کی مثال اس بظاہر صاف و شفاف پانی کی سی ہے جو ساکن ہو اور جب اس کو حرکت دی جائے تو وہ اپنی بدبو اور گندگی کو ظاہر کرتا ہے۔

نیز کہا گیا ہے کہ نفس ایک لطیفہ ہے جو انسان کے قلب میں ودیعت کیا گیا ہے اور وہ اخلاق مذمومہ کا محل ہے اور روح ایک لطیفہ ہے جو انسان کے قلب میں ودیعت کی گئی ہے اور صفات محمودہ کا محل

(آداب المریدین ص ۵۷)

مذموم افعال کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ گناہ ۲۔ اخلاق بد

گناہ ظاہری صفت میں شامل ہے جبکہ اخلاق برائیاں مثلاً غرور، حسد، قتل، غصہ، کینہ وغیرہ جو شرعاً اور عقلاً مذموم ہیں اور باطنی حیثیت رکھتی ہیں ریاضت سے دور ہو سکتی ہیں۔

توبہ ایک باطنی صفت ہے۔ باطنی برائیاں ظاہری وصفوں سے پاک ہوتی ہیں۔ ظاہری گناہ باطنی صفت توبہ سے دور ہو جاتے ہیں۔ نفس اور روح دونوں قالب انسانی میں نہایت نازک چیزیں ہیں اور ایسے ہی موجود ہیں جیسے کائنات میں شیاطین، ملائکہ، بہشت اور دوزخ۔ مگر ایک محل شر ہے اور دوسرا محل خیر ہے۔

(کشف المحجوب اردو ص ۲۸۳)

کہا گیا ہے کہ روح معدن خیر اور نفس معدن شر ہے اور عقل روح کا لشکر اور خواہشات نفس کا لشکر ہیں اور توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے روح کی مدد ہے اور نگوں ساری اور شرمندگی نفس کی مدد ہے اور قلب ان دونوں لشکروں میں سے غالب کے ساتھ ہے۔

طالب کو چاہئے کہ یہ جانیں کہ ان تمام باتوں کا حاصل تین چیزیں ہیں ایک وہ جس کی رشد و ہدایت ظاہر ہو چکی ہے۔ اس کی متابعت واجب ہے اور ایک ایسی چیز ہے جس کی گمراہی واضح ہے۔ اس سے دوری اختیار کرنا لازم ہے اور ایک چیز ہے کہ جو مشتبہ ہے اس میں توقف کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ از روئے علم و عقل اس کی ہدایت یا گمراہی واضح ہو جائے۔

کہا گیا ہے کہ اگر تم کو ایسے امور پیش آئیں جن کو تم نہیں جانتے کہ ان میں سے کون سی بات اچھی ہے تو تم کو دیکھنا چاہئے کہ تمہاری خواہش نفسانی سے کونسی بات زیادہ بعید ہے پس وہی بات زیادہ اچھی ہے۔

مرید کو لازم ہے کہ وہ اخلاق نفس کے بدلنے میں کوشش کرے جیسا کہ کبر، کینہ، حرص، طول امل، حسد، لڑائی، جھگڑا، غیبت

اختلاف، بد گمانی، بے شرمی وغیرہ اخلاق ذمیمہ میں سے ہیں اور اس کے ضد اخلاق حمیدہ ہیں اور جس کی توفیق اللہ ہی سے ہے۔

(آداب المریدینؒ ص ۵۸)

حضرت علی ہجویریؒ فرماتے ہیں۔

نفس کے خلاف چلنا سب عادتوں سے بالاتر ہے اور سب مجاہدوں کا نقطہ کمال ہے۔ مخالفت نفس کے بغیر راہ حق دستیاب نہیں ہوتی نفس کی موافقت باعث ہلاکت اور اس کی مخالفت وجہ نجات ہے۔

(کشف المحجوب ص ۲۸۴)

آپ مزید لکھتے ہیں کہ نفس گمراہی اور حجاب سے مذموم ہوتا ہے۔ حشر میں جب تک مؤمن کو دوزخ سے نجات نہ ہو گی وہ بہشت میں داخل نہیں ہو گا۔ دیدار الٰہی کی حقیقت سے آشنا نہیں ہو گا ۔اور صفات محبت سے بہرہ مند نہ ہو گا۔ اسی طرح جب تک بندہ دنیا میں نفس اور خواہشات نفسانی کے چنگل سے نہیں نکلتا وہ حقیقی ارادت کے قابل نہیں ہوتا اور قربت اور حقیقت معرفت سے سرفراز نہیں ہوتا۔ جو شخص دنیا میں اس کی معرفت حاصل کرے اور راہ شریعت پر گامزن ہو وہ روز قیامت جہنم اور پل صراط پر سے محفوظ رہے گا۔ الغرض روح اہل ایمان کو بہشت کی دعوت دیتی ہے اور نفس جہنم کی طرف بلاتا ہے کیونکہ روح اور نفس بہشت اور جہنم کا موجب ہیں۔ بہشت کے لئے عقل کامل تدبر کرتی ہے اور جہنم کے لئے ہوا و ہوس رہبر ہیں۔ عقل کامل کی تدبیر ثواب اور ہوس ناقص کی رہبری خطا ہے۔ طالبان درگاہ حق کے لئے لازم ہے کہ ہمیشہ روش نفس کے خلاف راستہ اختیار کریں تاکہ روح اور عقل کو مدد ملے اور یہ سر خدائے عزوجل کا مقام ہے۔

(کشف المحجوب ص ۳۸۸)

تخلیق نفس :

زبدہ میں مرقوم ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نفس کو تخلیق کیا تو فرمایا کہ میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں میں ہوں اور تُو تُو ہے تو اللہ نے اسے ایک ہزار سال تک سزا دی پھر باہر نکالا اور کہا تو کون ہوں اور میں کون ہوں؟ اس نے کہا کہ میں میں ہوں اور تُو تُو ہے تو حکم ہوا کہ اسے پھر ایک ہزار سال آگ کی بھٹی میں جلائیں۔ پھر اسے نکالا اور فرمایا کہ میں کون ہوں اور تُو کون ہے؟ اس نے پھر جواب دیا کہ میں ہوں اور تو تو ہے۔ پھر حکم ہوا کہ اسے ایک ہزار سال آگ کی قید میں رکھو اور روزانہ ایک ہزار کوڑے بھوک کے مارو اور ایک ہزار تازیانے پیاس کے مارو (چنانچہ ایسا ہی کیا گیا) پھر اسے نکالا اور پوچھا میں کون ہوں؟ اور تو کون ہے؟ اب کے وہ عرض پیرا ہوا میں مسکین، عاجز، کمزور بندہ ہوں اور تو مالک جبار ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

بعض حکماء کہتے ہیں کہ نفس جسم لطیف ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ملکوت سفلی سے ایک مخلوق ہے جیسے شیاطین کہ ان کی فطرت ابی واستکبر یعنی انکار کیا اور تکبر کیا، کی متقاضی ہے۔

انسانی طبع کی خاصیت کے باب میں آیا ہے کہ

ان اللہ تعالی خلق النفس قال لھا اقبلی فادبرت و قال لھا ادبری فاقبلت

بے شک اللہ تعالیٰ نے جب نفس کو پیدا کیا تو فرمایا آگے بڑھو تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور پھر فرمایا پیچھے ہٹو تو وہ آگے بڑھا۔

پس نفس عقل کی ضد ہے اور برائیوں کی طرف بلانے والا ہے۔ عقل اور روح ملکوت علوی کی مخلوق ہیں اور نیکیوں کی آرزو مند ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ نفس چار ہیں۔ بعض نے تین اور بعض نے دو بتائے ہیں مگر حقیقت یہی ہے کہ نفس ایک ہی ہے لیکن مختلف منازل میں اس کی متعدد صفات کی بنا پر ایک سے زیادہ ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔

خلقکم من نفس واحدۃ

یعنی تمہیں ایک ہی نفس سے بنایا گیا۔ (سورۃ النساء آیت ۱)

نفس اور روح کا تعلق :

انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ مقام نفس میں ہوتا ہے کیونکہ وہ حیوانوں میں سے ایک حیوان ہے جو کھانے پینے کے سوا کچھ نہیں جانتا۔ بعد میں بتدریج باقی صفات اس میں پیدا ہوتی ہیں جیسے شہوانی، غضبانی قوتیں، حرص، حسد، بخل وغیرہ جو صفات کمالیہ کے حجاب ہیں۔

(زبدۃ المناقب ص ۸۵)

ان قوتوں کی تفصیل بتاتے ہوئے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"روح دو طرح کی ہے ایک روح انسانی جو علوی اور آسمانی ہے۔ اس کا تعلق تو امر خداوندی سے ہے اور وہ روح جو حیوانی اور بشری ہے اس کا تعلق عالم خلق سے ہے اور یہی روح، روح علوی کا محل ہے۔ روح حیوانی ایک لطیف جسم ہے اور وہ قوت حس و حرکت سے بہرہ ور ہے۔ یہ روح قلب سے اٹھتی ہے۔ قلب سے ہماری مراد گوشت کا وہ لوتھڑا ہے جو اپنی معروف (بیضوی) شکل میں جسم کے بائیں جانب موجود ہے۔"

(عوارف المعارف)

یہ روح اللہ تعالیٰ کے قانون کے تحت غذاؤں سے حیات پذیر ہے۔ انسانی مزاج کو اعتدال پر قائم رکھتی ہے۔ روح علوی اور روح سفلی کے آپس کے ملاپ سے ایک ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کے ذریعے انسان نطق والہام اور شعور و فہم کا سرچشمہ بن جاتا ہے۔ جیساکہ خالق کائنات نے فرمایا۔

ونفس و ما سوّاها فالهمها فجورها و تقوٰها (سورۃ الشمس آیت ۸)

"اور اس نفس کی قسم اور اس کی جس نے اس کو ہموار کیا اور اسے بدی اور نیکی کی معرفت دی۔"

اس لئے انسان روح اور نفس دونوں سے عبارت ہے اور صلحاء فرماتے ہیں کہ روح اور نفس کے ملاپ سے عالم امر میں قلب کی تخلیق اور آ[illegible]ن ہے جس طرح عالم الخلق میں حضرت آدم اور حوا علیہم[illegible] کے ملاپ سے آپ کی ذریت کی پیدائش ہوئی۔ اگر اس جوڑے میں سے جن میں سے ایک نفس ہے اور دوسری روح ہے ایک دوسرے کو تسکین پہنچانے کی صلاحیت نہ رکھتی تو قلب کی تخلیق ممکن نہ ہوتی۔ جس طرح حضرت آدم نے حضرت حوا سے تسکین پائی اسی طرح روح انسانیہ علویہ سے روح حیوانیہ سفلیہ کو تسکین حاصل ہوئی اور یہ دونوں ایک دوسرے سے مانوس ہو کر نفس بن گئیں اور اس انس کے نتیجے میں قلب پیدا ہو گیا۔

نفس ضدِ روح :

خداتعالیٰ نے جسد انسانی میں روح اور جسم دو ایسی چیزیں ودیعت کر دی ہیں جو آپس میں لازم و ملزوم بھی ہیں اور وجودی اعتبار سے ان کا ایک دوسرے پر بڑا انحصار ہے یعنی جسم ہو تو اس میں روح بھی ہو گی اور اگر روح نہیں تو اس جسم کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس اعتبار سے ایک دوسرے پر انحصار کیا جانا ان کی ایک دوسرے کی ضرورت کے پیش نظر ہے لیکن روح اور جسم کے درمیان جو تعلق ہے وہ آفاقی اور حادثاتی نیز عارضی اور فانی ہے۔ کیونکہ روح کی نسبت عالم بالا سے ہے جسم ایک خاکی اور فانی چیز ہے جس پر نفس قائم پذیر ہے۔ نفس روح کی ضد ہے اور اوصاف کے اعتبار سے دونوں میں زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ نفس سراسر ظلمت، جہالت، غفلت اور بے چینی کا نام ہے۔ روح نور، ہدایت، بیداری اور سکون و قرار سے مرتب ہے۔

کہتے کہ انسان کا جسم ستر ہزار عالموں پر مشتمل ہے اور یہ عالم روح اور نفس کے مابین ہونے والے اختلافات اور حادثات نیز ان کو پیش آنے والے واردات کی حالتوں سے مرتب ہوتے ہیں۔ گویا روح اور نفس عالم کون و فساد کی تخلیق کا باعث ہیں۔ لیکن اپنی ماہیت کے اعتبار سے سراسر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔

نفس کی خواہشات کی نفی کر کے ہی جنت الماویٰ تک

رسائی حاصل کی جاسکتی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ونہی النفس عن الھوی فان الجنة الماوی (النساء)

جس نے نفسانی خواہش کو روکا اس کے لئے جنت آسائش کی جگہ ہے۔

حضرت معین الدین فراہیؒ اپنی کتاب تفسیر سورہ یوسف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ آدمی نفس اور روح سے بنا ہے۔ روح عالم پاک سے ہے اور نفس عالم خاک سے۔ روح نیکی کی طرف رہبری کرتی ہے اور نفس برائی کی طرف۔ روح طاعت کی طرف لے جاتی ہے اور نفس معصیت کی طرف۔ نفس کی صفت غرور ہے اور روح کی صفت نور ہے۔ نفس ہاروت و ماروت و چاہ ناسوت ہے روح عالم لاہوت کی فضاؤں میں بلند پروازی کرنے والا شاہین۔ نفس مریض ہے جو کہ فنا اور فوت پر مبنی ہے روح صاحب خلعت اور اعزاز و اکرام کی حق دار ہے۔ نفس متاع پر عیب ہے اور روح عالم غیب گلبرگ و گلستان ہے۔

(تفسیر حدائق الحقیقہ)

نفس پیرایہ کمالاتست
روح سرمایہ سعادات ست
نفس پابستہ ہوا و ہوس
روح شائستہ کمالاتست
تاکہ از فعل او از صفای گزشت
سیر او در تجلی ذاتست
نور حق از جبین او پیداست
کنت کنزا دلیل مراتست

حضرت ملا مسکین نے مذکورہ تفسیر میں نفس اور روح کی بڑی خوبصورت تاویل کی ہے اور حضرت یوسف کے زلیخا کے ساتھ پیش آنے والے واقعہ کے ضمن میں بڑی مبسوط تشریح کی ہے۔ اس صوفیانہ نہج سے روح اور نفس کے اس نزاع اور جھگڑے کا علم بخوبی ہو جاتا ہے کہ ان کا اصلی مناقشہ اور اختلافات کیا کیا ہیں؟

مناقشۂ نفس و روح:

جب خدائے ذوالجلال نے نفس اور روح کو پیدا کیا تو یہ دونوں دنیا کے خلوت خانہ میں متعارف ہوئے اور ایک دوسرے کی عادات واطوار سے واقف ہو گئے اور یہیں سے نفس اور روح کے مابین جھگڑا شروع ہوا جس کا آغاز نفس کی جانب سے رونما ہوا تھا لیکن روح کو خدا کی تائید حاصل رہی اور توفیق رفیق رہی۔ نفس کے دھوکہ، فریب اور اس کے ضلال و وبال کا فوری علم ہو گیا۔ روح نے نفس سے جدائی ٹھانی اور وہ آخرت کے دروازے کی طرف بھاگنے لگی تو نفس نے سیل وعداوت کے پنجے سے روح کے دامن عصمت کو پکڑا اور اپنی طرف زور سے کھینچنے لگا لیکن یہ کوشش ناکام ثابت ہوگئی اور اچانک ان ربک لبالمرصاد بے شک تمہارے رب کی نظر سے کچھ بھی مخفی نہیں۔ کا راز اس پر کھل گیا۔ شرمندگی کے ساتھ ہتھیار ڈال دیئے اور دشمنی کا آغاز کر دیا اور پھر دونوں اپنا اپنا مدعا یوں پیش کرنے لگے۔

نفس نے کہا: خداوندا میں تو بے حس و حرکت خاکی بدن تھا جو کچھ کیا وہ اس روح کا کارنامہ ہے۔

روح نے کہا: خداوندا تو ہی خوب جانتا ہے کہ میں ایک پاک و پاکیزہ علاقہ سے وابستہ ہوں اسی نے ہی مجھے اپنی طرف مائل کیا ہے۔

اچانک سینے کے گہوارے سے شاہد دل نے گواہی دی کہ اگر اس کی پیراہن عصمت آگے پھٹا ہے تو یہ دنیا سے میلان طبع سے عبارت ہے پھر تو نفس سچ کہتا ہے اور روح جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے۔ اچانک غیب سے آواز آئی کہ وان علیکم لحافظین یعنی پاکدامنوں کی حفاظت کرنے والا خود خدا تعالیٰ ہے، سے معلوم کرے اور بات ثابت ہوگئی کہ دامن روح پیچھے کی جانب تار ہوا ہے اور ملامت نفس کے حصے میں آگئی اور روح کو خطاب ہوا کہ یہ قصہ از خود مخفی رکھا جائے۔ کہیں یہ راز فرشتوں میں فاش نہ ہو جائے اور نفس سے یوں خطاب کیا گیا کہ اے نفس تو چند دن چہرے کو ذلت و

خاکساری کی زمین پر رکھ دو کچھ عرصہ بعد تمہیں پاک کر دیا جائے گا اور ایک دن زلیخا کی طرح وصال یوسف کے قابل سمجھا جائے گا اور دونوں کے درمیان اذا النفوس زوجت کا خطبہ پڑھا جائے گا۔

اقوال و تعبیراتِ مشائخ دربارۂ نفس :

حضرت امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ مؤمن وہ ہے جو نفس امارہ کا مقابلہ کرے۔ عارف وہ ہے جو اپنے مالک کی اطاعت میں سر گرم رہے اور فرمایا صاحب کرامت وہ ہے جو اپنی ذات کے لئے نفس امارہ سے جنگ کرے جو خدا کے لئے نفس امارہ سے جنگ کرے خدا کو پاتا ہے۔

(تذکرۃ الاولیاء)

اور آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ دوزخ اس کے لئے جو اپنے کام نفس امارہ کو سونپے۔

(ایضاً)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا حجاب نفس اور اس کی مکاریاں ہیں۔

حضرت ابو یزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ نفس کو بجز باطل کے کسی چیز سے تسکین حاصل نہیں ہوتی۔

محمد ابن علی ترمذی فرماتے ہیں کہ تو چاہتا ہے کہ تجھے نفس کے باوجود معرفت حق حاصل ہو حالانکہ تیرا نفس اپنی معرفت سے معذور ہے غیر کی معرفت تو در کنار۔

حضرت جنید کہتے ہیں کہ کفر کی بنیاد یہی ہے کہ انسان اپنے نفس کے سانچے میں ڈھل جائے۔

ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ نفس خیانت کا مرتکب ہوتا ہے اور راہ حق سے روکتا ہے۔ بہترین عمل نفس کی مخالفت ہے۔

حضرت میر سید علی ہمدانیؒ نے رسالہ چہل مقام صوفیہ میں نواں مقام صوفیہ مخالفتِ نفس کو قرار دے کر فرمایا ہے کہ ہزار سال نفس روتا رہا کہ نعمت کی ایک آرزو پوری ہو لیکن اسے بجز رنج و محنت کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ یعنی خدا کی نعمت اس کے فضل و کرم کی دولت اور آرام و راحت کی عطا اور سکون و اطمینان نیز روح کی ترقیاں مخالفت نفس کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتیں۔

نفس کا وجود خواہشات سے عبارت ہے اور خواہشات انسان کے اندر ودیعت شدہ ہیں اور انسان کا خمیر انہی سے بنا ہے۔ خواہشات اور شہوات ایسی چیزیں ہیں جنہیں شیطانی لشکر کہتے ہیں۔ یہ لشکر انسان کے پہلو میں خیمہ زن ہے اور ہمہ وقت آدمی کے درپے آزار رہتا ہے۔ یہ لشکر سوائے مؤمن کے کسی کے قابو میں نہیں آسکتا اور صرف اسی کی صولت و ہمت سے ہزیمت اٹھا سکتا ہے ورنہ تو ابلیس برملا اعلان کر چکا ہے کہ لاغوینھم اجمعین میں ضرور بالضرور تیرے تمام بندوں کو گمراہ کروں گا۔ چنانچہ فرمان سید عالم ﷺ ہے

اعداء عدوک نفسک التی بین جنبیک

تیرے دشمنوں میں سے بڑا دشمن وہ ہے جو تیرے پہلوؤں کے درمیان موجود ہے۔

چنانچہ شہوت انسانی خمیر میں شامل کی گئی ہے اور ترک خواہشات سے انسان ارفع مقام حاصل کر لیتا ہے جبکہ اس کے جھنجھٹوں میں الجھنے والا ناکام اور نامراد رہتا ہے۔

نفس کے خطرناک اوصاف اور حملوں کے نوع بنوع طریقوں کی بنا پر اسے مختلف ناموں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بعض نے اسے کتے سے تشبیہ دی ہے بعض نے چوہے سے بعض نے لومڑی سے اور بعض نے انسانی شکلوں سے۔ بعض نے اسے ابلیس اور شیطان یا اس کے لشکر کے نام سے پکارا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام نے نفس کو بھیڑ بکریوں کی مثال قرار دیا ہے۔ حضرت جعفر بدخشیؒ نے اسے خطرناک آگ کہا ہے جس کو شیطان سے مدد ملتی ہے اور مؤمن کی روحانی دنیا کو جلا کر خاکستر بنا دیتی ہے۔

ابو العباس اشتانی جو اپنے وقت کے امام تھے فرماتے ہیں کہ میں ایک دن گھر کو آیا تو دیکھا کہ ایک زرد رنگ کا کتا میری جگہ سو رہا ہے۔ خیال گزرا کہ محلے والوں کا کتا ہو گا۔ مار بھگانے کی کوشش کی مگر

فکر و نظر

بلتستان و کشمیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغ کا اثر

غلام حسن نوربخش فاضل عربی - ایم اے

بلتستان و کشمیر میں صوفیائے کرام کی تبلیغ کا اثر ایک وسیع تر عنوان ہے اور یہ عنوان ایک ضخیم کتاب کی تصنیف کا متقاضی ہے۔ اس مختصر مضمون میں اس موضوع پر سیر حاصل تبصرہ نہیں ہو سکتا، تاہم میں اس کا مختصر خلاصہ درج ذیل عناوین کے تحت پیش کرنے کی کوشش کروں گا۔

۱۔ معاشرتی اثر
۲۔ عائلی اثر
۳۔ تہذیبی اثر
۴۔ اقتصادی اثر
۵۔ علمی و ادبی اثر
۶۔ اخلاقی و روحانی اثر

۱۔ معاشرتی اثر:

صوفیائے کرام کی ان علاقوں میں تبلیغ سے قبل کا معاشرہ بہت پسماندہ، وہمی، او نچے طبقے کا استحصال زدہ اور ذات پات کی تقسیم اور اقتصادی و پیشہ ورانہ گروہ بندی کا شکار تھا۔ سلاطین کی ہوس ملک گیری، امراکی سازشوں پنڈتوں اور جوگیوں کی تنگ نظری نے کشمیر و بلتستان کے معاشرے کو غلیظ، متعفن اور ناگفتہ بہ حال کو پہنچا دیا تھا۔ معاشرتی انصاف اور سماجی بہبود نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ امراء و سلاطین عیاشی کرتے اور غریب نان شبینہ کو ترستے تھے اور ہر طرح کا ظلم و ستم اور جبر و استحصال سہنے کے عادی ہو گئے تھے۔ بقول مورخ بلتستان میر نجم الدین ثاقب:

چو شب بود تبت ز علم وجہول
فخر کرد ہر یک خلق ذمیم
طنبور و طرب و بربط و شراب
لہو و لعب بود دائم عزیم

میر سید علی ہمدانی اور دوسرے صوفیاء کی تبلیغ کے نتیجے میں کشمیر اور بلتستان کا معاشرہ سدھر گیا۔ اور ایک صالح اور پاکیزہ معاشرہ وجود میں آگیا۔ اگرچہ طبقاتی اونچ نیچ کا مکمل طور پر خاتمہ نہیں کیا جا سکا پھر بھی نسلی تعصب اور ذات پات کے بندھن کی بجائے حق و انصاف اور فسق و فجور کی بجائے زہد و تقویٰ کو فروغ ملا۔ آج بھی کشمیر اپنے گرد و نواح کی نسبت زیادہ پر امن اور ترقی یافتہ معاشرے کا حامل ہے اور بلتستان جیسا امن و امان کا گہوارہ پوری دنیا میں نہیں۔

تہذیبی اثر:

کشمیر و بلتستان میں اشاعت اسلام سے قبل کی تہذیب و تمدن ہندوؤں اور بدھ مت کی باہمی آویزش اور زوال بدھ مت کے بعد لاما ازم کی شکست و ریخت سے تباہ ہو چکی تھی۔ کشمیر کے براہمی اور

تبت کے لاماؤں کی پر تشدد کارروائیوں کی وجہ سے ترقی کی بجائے یہ تہذیب تنزل کا شکار تھی۔ جب شاہ ہمدانؒ اور دوسرے صوفیائے کرام نے ان علاقوں میں دین اسلام کی تبلیغ کی تو پنڈتوں، برہمنوں اور سنیاسیوں کا زور ٹوٹا اور جوگیوں، لاماؤں اور ریشیوں کے فریب کھل گئے۔ ایک ایسی تہذیب وجود میں آگئی جو ایمان، تقویٰ، خلوص و صداقت امن، دیانتداری، مساوات، ہمدردی، رواداری اور اخوت و مروت سے بھرپور تھی۔ آج بھی کشمیر کی تہذیب کا مقابلہ تبت، جموں، ہزارہ اور پوٹھوہار کی تہذیب نہیں کر سکتی اور بلتستان کی تہذیب کے بارے میں تو جناب خالد کاشمیری کہتے ہیں۔

"بلتستان کا تہذیب و تمدن گلگت اور ملحقہ علاقہ جات میں سب سے بہتر رہا ہے اور اب بھی ہے۔"

اقتصادی اثر:

ان علاقوں میں لوگوں کی اقتصادی حالت کبھی اچھی نہیں رہی ہے۔ زراعت پر لوگوں کا انحصار رہا ہے جس کی پیداوار ضروریات زندگی کے لئے ناکافی تھی۔ کوئی صنعت و حرفت ایسی نہ تھی جس سے لوگوں کی آمدنی بڑھ سکے۔ اس محدود اور ناکافی آمدنی پر بھی مقامی حکمرانوں کی طرف سے بے شمار ٹیکس عائد تھے حتی کہ کشمیر میں میت کی تدفین پر بھی ٹیکس دینا پڑتا تھا۔ صوفیائے کرام نے کامیاب تبلیغ کے بعد ان علاقوں میں اقتصادی اصلاحات کیں۔ ہزاروں دستکاروں اور ماہرین فن کو ان علاقوں میں پھیلا کر دستی صنعتوں کا جال بچھایا۔ شال بافی، کلاہ بافی، قالین سازی، چمڑے اور لکڑی کی دستی صنعتوں کو رواج دیا۔ جدید سامان کشاورزی کو متعارف کرایا۔ اس طرح نہ صرف کشمیر اور بلتستان میں ان صنعتوں کو رواج اور فروغ ملا بلکہ گرد و نواح کے علاقے بھی آج تک ان سے مستفید ہو رہے ہیں۔ ان اقدامات کے علاوہ اسلامی احکامات کے مطابق ان کی تبلیغ سے زکوٰۃ، عشر، خمس اور صدقہ و خیرات کا سلسلہ شروع ہوا جس سے ان علاقوں کے مکینوں پر خوشگوار اثر پڑا۔

علمی و ادبی اثر:

کشمیر میں اشاعت اسلام سے قبل علمی و ادبی سطح پر کافی پیش رفت ہو چکی تھی۔ کشمیر کی چار ہزار سالہ تاریخ راج ترنگنی میں درج ہو چکی تھی جو سنسکرت کے زوال کی وجہ سے اپنی افادیت کھو چکی تھی کشمیر و بلتستان کا معاشرہ اس قدر زوال و انحطاط کا شکار تھا کہ وہ کسی علمی و ادبی میدان میں کچھ کرنے کے قابل نہ رہا تھا۔ صوفیائے کرام نے دین اسلام کے ساتھ ساتھ عربی اور فارسی زبانوں کو رواج دیا کشمیر کی سرزمین نے غنی کاشمیری جیسا شاعر پیدا کیا اور اس سے محسن فیض جیسا فلسفی اور بابا داؤد خاکی جیسا عارف اٹھا جو ایران کے علماء اور فضلا کی ہمسری کر سکتے تھے۔ بلتستان کے علماء بھی علمی و ادبی کاموں میں پیش پیش رہے۔ اس ضمن میں میر نجم الدین ثاقب اور متاخرین میں شیخ جواد ناصر الاسلام کا نام لے سکتے ہیں۔ بہرحال تصنیف و تالیف اور علم و ادب میں کشمیر و بلتستان اپنے گرد و پیش کے علاقوں مثلاً ہزارہ، تبت، جموں، لداخ، گلگت، ترکستان، استور وغیرہ سے بہت آگے ہیں

ثقافتی اثر:

مسلمان صوفیاء کی آمد سے پہلے ان علاقوں کی ثقافت محض کھیل کود اور چند رسوم و رواج تک محدود تھی۔ لوگوں کا رہن سہن اور بود و باش نیم وحشی قسم کے تھے۔ وہ غلیظ اور تنگ و تاریک گھروں میں رہنے کے عادی تھے۔ ان کی عبادت گاہیں بھی تنگ و تاریک ہوتی تھیں۔ ایک اللہ کی بجائے وہ لاتعداد دیوی دیوتاؤں کی پرستش کرتے تھے۔ بون چھوس اور بدھ مت کے تحت اوہام پرستی کا شکار تھے۔ ادنیٰ سا نفع و نقصان پہنچانے والی قوتوں کو لائق پرستش سمجھتے تھے۔ سال کے زیادہ تر ایام کھیل کود اور رقص و سرود میں گزارتے۔ ان علاقوں کے مکینوں کے ہاں خیر و شر کے کئی ماہر تھے جنہیں خوش رکھنے کے لئے وہ عجیب و غریب رسمیں ادا کرتے تھے۔ تعلیم و تدریس اور دیگر فنون لطیفہ کا وجود نہ تھا۔ اسی طرح نفاست، پاکیزگی، صفائی اور حس لطیفہ سے بھی یہ لوگ نا واقف تھے۔

صوفیائے کرام کی تبلیغی کوششوں سے جب کشمیر و بلتستان کے باشندے مسلمان ہو گئے تو انہوں نے اسلامی ثقافت کو اپنایا۔ اسلام کی صفائی اور پاکیزگی سے متعلق احکامات پر عمل پیرا ہو کر انہوں نے عبادت کے لئے کھلی کھلی مسجدیں اور بڑی بڑی خانقاہیں تعمیر کیں۔ دیوی دیوتاؤں کی بجائے خدائے بزرگ و برتر کی عبادت کرنے لگے۔ عربی فارسی میں لکھنے اور پڑھنے کا رواج ہوا تو حصول علم میں جت گئے۔ عربی اور ایرانی موسیقی کو فروغ ملا۔ نثر و نظم میں کتابیں لکھی گئیں۔ آج بھی ثقافتی میدان میں کشمیر اور بلتستان کا مقابلہ آس پاس کے علاقے نہیں کرسکتے۔

اخلاقی اور روحانی اثر :

کشمیر و بلتستان میں اشاعت اسلام سے قبل ان علاقوں کی اخلاقی حالت اچھی نہ تھی۔ وہ چوری کو سینہ زوری، ظلم و ستم کو بہادری، مکر و فریب کو دانائی اور سحر و جادو کو روحانیت سمجھتے تھے۔ ادنیٰ درجے کی رعایا سے لے کر حکمران تک اور ادنیٰ ذات کے پجاری سے لے کر مذہبی قائدین تک سب روحانی انحطاط کا شکار تھے سلاطین و امراء کی عیاشی اور مذہبی رہنماؤں کی پر فریب اور سحر و افسوں سے بھرپور زندگی نے اخلاق و کردار اور روحانیت و معرفت کا جنازہ نکال دیا تھا۔ بدھ مت کے لاماؤں اور شیو مت کے پروہتوں نے آئے روز مذہبی تھیٹر کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔ وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کے لئے مذہبی فسادات برپا کرنے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے جس کی وجہ سے لوگ روحانیت اور مذہب سے بیزار تھے۔ ایسے وقت میں میر سید علی ہمدانی" اور دوسرے صوفیائے کرام نے ان علاقوں میں تبلیغ شروع کر دی جس کے نتیجے میں نہ صرف لوگوں میں روحانیت کا شوق پیدا ہوا بلکہ ان میں اخلاق و کردار کی خوبیاں بھی بیدار ہونے لگیں۔ چونکہ یہ بزرگ خود اخلاق و کردار کے اعلیٰ درجوں پر فائز تھے اور خود پیکر اخلاق و کردار بن کر اخلاقی سبق دیتے تھے، جس سے متاثر ہو کر لوگوں نے اپنی اخلاقی حالت سنواری اور اس طرح اخلاق حسنہ سے آراستہ معاشرہ وجود میں آیا۔ سحر و جادو اور افسوں و گنڈووں کی جگہ حقیقی روحانیت نے لے لی۔ صوفیائے کرام کی تبلیغی سرگرمیوں کو ایک عرصہ بیت جانے کے باوجود آج بھی ان علاقوں کی اخلاقی حالت اپنے گرد و پیش سے بدرجہا بہتر ہے۔

صوفیائے کرام کی تبلیغ اور اس کا اثر ملاحظہ کرنے کے لئے ہمیں آج کے دور کے لداخ، نوبرا و، لیہ اور تبت کے حالات پر ایک نگاہ ڈال لینی چاہئے۔ کشمیر و بلتستان کے لوگ صوفیاء کی کامیاب تبلیغ کے بعد عالم اسلام کا جزو بن کر زبردست ترقی کر گئے ہیں جبکہ مذکورہ بالا علاقے اب بھی رفتار ترقی میں صدیوں پیچھے ہیں اور نیم وحشی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ ہم ان صوفیائے کرام کے ممنون احسان ہیں جنہوں نے دور دراز کے علاقوں سے آکر ان علاقوں کو نہ صرف نور اسلام سے منور کیا بلکہ ان علاقوں کی تہذیب و تمدن، علم و ادب، اخلاق و کردار اور امارت و معاشرت کو ترقی دی اور صنعت و حرفت کو فروغ دے کر ترقی کی راہوں پر گامزن کر دیا۔ اس قافلے کے قافلہ سالار شاہ ہمدان میر سید علی ہمدانی" تھے۔ بقول اقبال

خطہ را آں شاہ دریا آستیں
داد علم و صنعت و تہذیب و دیں
آفرید آں مرد ایران صغیر
باہنرھای غریب و دل پذیر

بقیہ تعارف صوفیہ نور بخشیہ : من یھدی اللہ فھو المھتد و من یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا

جس کو خدا ہدایت نصیب فرماتا ہے اس کا کوئی ہادی ضرور ہے۔ اور جس کو خدا گمراہ کرتا ہے اس کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مرشد۔

ولی مرشد ارباب ہیاہی آنچہ مقصود است
دگر مرشد نباید کس چو گمراہان مقصود است

اللہ تعالیٰ سب کو کمل اولیاء اقطاب و افراد کے واسطے سے طالبان دین حق کو مرشدان صراط مستقیم تک رسائی عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

(جاری ہے)

فقہی مسائل

آپ کے مسائل اور ان کا حل

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر فاضل عربی

اس عنوان کے تحت قارئین کی طرف سے ارسال کردہ مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوالات

سوال نمبر ۱۔ اگر کسی جگہ نماز گزاروں کو ان کا مکمل ہم عقیدہ امام میسر نہ ہو تو جمعہ و جماعت وغیرہ کے لئے کیا کرنا چاہئے؟

سوال نمبر ۲۔ احکام میت کی بجا آوری کے لئے ہم عقیدہ فرد میسر نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال نمبر ۳۔ کیا ہم یہاں سے اپنے اہل خانہ کی زکوۃ الفطر بھی ادا کر سکتے ہیں؟

سوال نمبر ۴۔ ڈاڑھی کو ہر وقت شیونگ کی زد میں رکھنے والے امام کی امامت نماز کیسی ہے؟

سائل حاجی علی عجمان عرب امارات

سوال نمبر ۵۔ میرے ذمے پر حقوق الناس کی ادائیگی باقی ہے کیا میں اعتکاف پر عمل پیرا ہو سکتا ہوں؟

سائل سید سلطان محمد کاظمی مدرس تعمیر ملت پبلک سکول وزیر پور شکر

سوال نمبر ۶۔ سجدہ کرتے وقت سجدہ گاہ اور پیشانی کے درمیان سر کے بال آجائیں تو کیا اس سے نماز ہو جاتی ہے؟

سوال نمبر ۷۔ اگر کوئی بیوی اپنی طرف سے طلاق نامہ تحریر کرے اور شوہر سے اس طلاق نامہ پر دستخط کروائے تو کیا اس سے طلاق ہو جاتی ہے؟

سوال نمبر ۸۔ پکی سیاہی سے بازو پر اپنا نام لکھوایا گیا ہو تو اس صورت میں غسل درست ہو جائے گا؟

سائل محمد باقر خیالی لاہور

جوابات

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

ایسی صورت میں آپ جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھیں۔

عیدین کی ادائیگی انفرادی طور پر بھی درست ہے۔ اس قسم کے سوال کا جواب پہلے بھی آچکا ہے مگر آپ کی سہولت کی خاطر دوبارہ شائع کیا گیا۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

آپ احکام میت کی بجا آوری وغیرہ سے واقف کسی شخصیت کو باہر سے بلانے کا اہتمام کریں۔ اگر ایسا کرنا بھی ممکن نہ ہو تو جیسی صورت پیش آئے کریں۔ شرعاً درست قرار پائے گا کیونکہ اس بارے میں کوئی زیادہ غیر معمولی تفاوت نہیں ہے۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

جی ہاں آپ اپنی زکوۃ الفطر کے ساتھ ساتھ عرب امارات میں اپنے اہل خانہ جو آپ کے ساتھ نہیں، کی بھی زکوۃ الفطر ادا کر سکتے ہیں۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

(باقی ملاحظہ کیجئے صفحہ نمبر پر)

اخبار التصوف

دنیائے تصوّف کی خبریں

جی - ایچ معروفی

اسلام آباد میں جلسۂ یومِ شاہ سیدؒ :

مؤرخہ ۱۳ ربیع الاول کو جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد میں یوم شاہ سید محمد نور بخشؒ کے موقع پر جلسہ منعقد ہوا جس کے انتظام وانصرام میں غلام مہدی تصوفی، لیاقت علی خان، اخوند حسین، اور حاجی قربان پیش پیش تھے۔ جلسہ کی صدارت ممتاز عالم دین علامہ محمد بشیر صاحب نے کی۔ اخوند حسین صاحب کی تلاوت کلام پاک کے بعد شفقت علی نے نعت رسول مقبول ﷺ پیش کی۔ انجمن محمدیہ کے جنرل سکریٹری فاچو محمد امین نے جو سٹیج سکریٹری کے فرائض سرانجام دے رہے تھے جلسہ کے منتظمین کے کام کی تعریف کی۔

غلام مہدی تصوفی نے ماہ ربیع الاول کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس مبارک مہینہ میں خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی ولادت اور وفات اور شاہ سید کی وفات قابل ذکر ہے۔ انہوں نے کہا کہ برصغیر میں صوفیائے کرام نے دین اسلام کو پھیلانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ ان صوفیائے کرام نے محبت، اخوت اور بھائی چارے کی فضا قائم کر کے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کی۔ خصوصاً شاہ ہمدانؒ اور شاہ سید محمد نور بخشؒ کی خدمات تبلیغ دین نہایت گراں قدر ہیں۔

نوائے صوفیہ کے چیف آرگنائزر جی ایچ معروفی نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ بدلتے ہوئے حالات وواقعات سے پیش نظر مستقبل کی پیش بندی کرنا نہایت ضروری ہے بصورت دیگر مفاد پرست عناصر مذہب کو بھی داؤ پر لگانے سے دریغ نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ بزرگان دین کے ایام ولادت اور وفات منانا نئی نسل کو ان کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کے لئے ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ پڑوسی ملک سے تعلقات کشیدہ ہونے کے باعث دینی بھائیوں کے ساتھ رابطہ عارضی طور پر منقطع ہے لیکن انشاء اللہ جلد یہ رابطہ پھر بحال ہو جائے گا۔

اخوند حسین صاحب نے حمد پیش کی جس کے بعد صدر جلسہ علامہ محمد بشیر صاحب نے خطاب کرتے ہوئے عوام پر زور دیا کہ وہ حق کی سربلندی کے لئے کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کریں۔ انہوں نے فرمایا کہ شاہ سید محمد نور بخشؒ نے شریعت محمدیہ کو اپنی اصلی صورت میں ہم تک پہنچایا ہے جس کی حفاظت کرنا ہر نور بخشی کا اولین فریضہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسلمانوں کے مسائل اپنے دین سے دوری اور اہل فرنگ کے نقوش پا پر چلنے کا نتیجہ ہیں۔ انہوں نے مجموعہ شریعت محمدیہ 'الفقہ الاحوط' کی تعلیمات کے تحفظ کی ضرورت کا اعادہ کرتے ہوئے گروہی سیاست کے خاتمہ پر زور دیا۔

رپورٹ: جی ایچ معروفی

مدرسہ شاہ ہمدانؒ میں عید میلاد النبیؐ :

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو کے طلباء کی جانب سے ۷ ربیع الاول کو بعد از نماز جمعہ عید میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں ایک عظیم الشان جلسہ خانقاہ معلی کرسمہ تھنگ میں منعقد ہوا جس میں مذہب حقہ سے لگاؤ رکھنے والے عمائدین، علماء، شعراء اور عوام الناس کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔

جلسے کا آغاز جعفر علی ٹیری کی تلاوت کلام پاک سے ہوا

پھر محمد اسلم طالبعلم اور دیگر نعت خوانوں اور قصیدہ خوانوں نے گلہائے عقیدت پیش کیے۔ طالبعلم گلزار حسین نے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر پر اثر تقریر کی۔ پھر شعلہ بیان مقرر جناب مراد علی نوری نے ولادت النبی ﷺ پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ کاچو اختر حسین طالبعلم نے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت اور رسالت کی فضیلتوں پر اظہار خیال کیا۔ غلام مہدی شاہد نے بعثت نبی کریم ﷺ کے موضوع پر تقریر کی۔ جناب ذاکر حسین نے رہنما واقعات [illegible] کی تفصیل بیان کی۔ طالبعلم محمد امین صابر نے نعت رسول ﷺ پیش کی۔ مہمان خصوصی سید نواز حسین صاحب نے حضور پاک ﷺ کے اخلاق پر جامع تقریر کی۔ صدر جلسہ جناب علی محمد ہادی نے صدارتی خطبے میں اسوۂ حسنہ کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ آخر میں ایک متفقہ قرارداد کے ذریعے قابض بھارتی افواج کی جانب سے تحریک آزادی کشمیر کو کچلنے کے لئے روا رکھنے والے ظلم و ستم اور علاقہ چھوربٹ، کھرمنگ اور گلتری میں سویلین آبادی پر اندھا دھند فائرنگ کی مذمت کی گئی اور اقوام متحدہ اور عالمی برادری سے اپیل کی گئی کہ وہ بھارت کے وحشیانہ مظالم کا نوٹس لیں اور کشمیر کا دیرینہ مسئلہ حل کرکے جنوبی ایشیاء کو ایٹمی جنگ کی تباہ کاری سے بچائیں۔

غلام نبی ثاقب سکریٹری نشر و اشاعت

جشن میلاد النبی ﷺ و یوم شاہ سید رح :

شاہ مردان یوتھ فیڈریشن صوفیہ نوربخشیہ حیدر آباد کھلاتوق سکردو کے زیر اہتمام مدرسہ شاہ مردان حیدر آباد (کھلاتوق) سکردو میں حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ اور غوث المتاخرین شاہ سید محمد نوربخش کے یوم وفات پر ایک جلسہ منعقد ہوا جس کی صدارت جناب غلام عباس نے کی۔ موسیٰ علی طالبعلم کی تلاوت کلام پاک اور محمد عارف طالبعلم کی نعت رسول مقبول ﷺ کے بعد شجاعت علی پروانہ نے اہل دانش پر زور دیا کہ وہ نئی نسل کو بزرگان دین کی تعلیمات سے آگاہ کرنے کی کوشش کریں۔ بو اسجاد صاحب نے اشاعت دین کے لئے تصنیف و تالیف کی ضرورت پر زور دیا۔ صدر جلسہ غلام عباس صاحب نے اپنے مختصر خطاب میں عوام پر زور دیا کہ وہ عقیدہ حق پر ڈٹے رہیں۔ ں نے کہا کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ اور حضرت شاہ سید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہی ہماری بقا کا راز مضمر ہے۔ دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔

محمد باقر کوروی سکردو

استاد محمد یوسف کا انتقال پر ملال :

معروف سماجی کارکن اور انجمن اسلامیہ نوربخشیہ کورو کے سرگرم کارکن استاد محمد یوسف عرف ٹینکر والا رضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ مرحوم نے اپنی زندگی مسلک صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی اور ترویج کے لئے وقف کر رکھی تھی اور نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کورو کے بانی ارکان میں سے تھے۔ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن اور انجمن اسلامیہ نوربخشیہ کورو نے مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کے لئے قرآن خوانی کی اور سوگوار خاندان سے اظہار تعزیت کیا۔

سکریٹری نشر و اشاعت NYF کورو

ریاض میں تعزیتی اجلاس :

یکم جون ۱۹۹۹ کو یوم الاربعاء المملکۃ العربیہ مدینۃ الریاض سعودی عرب میں مقیم نوجوانان کوروی تنظیم کا ایک اجلاس ہوا جس کی صدارت الحاج بلال احمد کوروی نے کی اور بلتستان سے تعلق رکھنے والے مختلف مکاتب فکر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ شرکائے اجلاس نے صوفیہ نوربخشیہ کے عظیم مجاہد اور مخلص کارکن جناب محمد یوسف ڈرائیور کی ناگہانی موت پر انتہائی افسوس کا اظہار کیا اور مرحوم کی دینی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔ شرکاء نے فاتحہ خوانی کے بعد اس بات پر زور دیا کہ مرحوم کے جذبہ ایمانی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مذہب صوفیہ نوربخشیہ کے کاز کو جاری و ساری رکھا جائے۔ آخر میں حاجی بلال احمد صاحب صدر جلسہ نے شرکاء کا شکریہ ادا کیا اور مرحوم کے لواحقین کے ساتھ دلی تعزیت اور ہمدردی کا

اظہار کیا۔

جی۔ این شاہین نمائندہ سعودی عرب

جی این شاہین اور انجنیئر ایم یوسف کی پاکستان آمد :

سعودی عرب میں ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل کے نمائندے انجنیئر محمد یوسف صاحب اور جناب غلام نبی شاہین صاحب نجی دورے پر پاکستان آئے۔ جناب غلام نبی شاہین نے اسلام آباد میں ادارہ نوائے صوفیہ کے اراکین سے ملاقات کی اور ادارہ نوائے صوفیہ کو مزید فعال بنانے کے طریقوں پر غور و خوض ہوا۔ توقع ہے کہ نوائے صوفیہ کی ماہانہ اشاعت کے بعد پچاس شمارے مکمل ہونے پر رسالے کی گولڈن جوبلی منائی جائے گی کیونکہ محدود ترین وسائل کے باوجود اب تک رسالے کے تقریباً ساٹھ شمارے نکل چکے ہیں اور یہ اراکین ادارہ کی محنت اور استقامت اور قارئین کی دین سے محبت کا ثمر ہے۔ یہ بھی توقع ہے کہ آئندہ ادارہ نوائے صوفیہ اپنے مخلص نمائندوں کے تعاون سے نمایاں کارکردگی دکھانے والے نوربخشی طالبعلموں کے لئے انعامات اور وظائف کا بھی بندوبست کرے گا۔ انشاء اللہ۔

اظہارِ تشکر :

ہم ان تمام کرم فرماؤں، احباب، بزرگوں اور بھائیوں بہنوں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے ہمارے والد محترم حاجی اخوند علی کی رحلت پر اظہار تعزیت کیا اور اندرون ملک اور بیرون ملک سے ہمارے نام تعزیتی پیغامات اور خطوط بھیجے۔ خصوصاً جامع مسجد چھچن، خانقاہ معلی بیہی اور جامع مسجد اسلام آباد میں فاتحہ خوانی کا اہتمام کرنے والے دینی بھائیوں کے ہم نہایت شکر گزار ہیں۔

اخوند غلام محمد، حاجی داؤد و اصغر علی غرو چنگ

اظہارِ تشکر

میرے بیٹے اقبال رضا کی رحلت پر اندرون ملک و بیرون ملک مقیم بھائیوں، دوستوں اور عزیزوں کی جانب سے بہت سے تعزیت نامے موصول ہوئے ہیں میں ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں نیز یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر میرے بیٹے کے ساتھ کسی کا لین دین یا حساب کتاب ہو تو برائے مہربانی مجھے مطلع فرمائیں۔

حاجی محمد رضا علی معتو اخپلوچھی

جناب عبدالکریم کو صدمہ :

ریڈیو پاکستان اسلام آباد کے نیوز کاسٹر، انجمن محمدیہ صوفیہ نوربخشیہ اسلام آباد کے خزانچی اور نوائے صوفیہ کے مخلص کارکن جناب عبدالکریم چھوربٹ والے کی اہلیہ گزشتہ دنوں اچانک دل کا دورہ پڑنے سے انتقال کر گئیں۔ اسلام آباد میں مقیم جملہ احباب نے مرحومہ کے جنازے میں شرکت کی اور عبدالکریم صاحب سے تعزیت پرسی کی۔ اللہ تعالیٰ عبدالکریم صاحب کو اس جانگداز سانحے کو صبر و استقامت سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

شاہ ہمدانؒ سٹوڈنٹس فیڈریشن کا دورہ :

شاہ ہمدان سٹوڈنٹس فیڈریشن پاکستان سرک کے نوجوانوں نے جون ۱۹۹۹ء میں ضلع گانچھے خپلو کا مطالعاتی دورہ کیا۔ وفد نے خپلو میں چیدہ چیدہ نوربخشی علماء، دانشوروں اور طلباء اور مذہبی تنظیموں کے عہدیداروں سے ملاقات کی۔ وفد نے این وائی ایف خپلو کے اراکین سے بھی ملاقات کی۔ وہ مفتی نوربخشیہ مولوی محمد عبداللہ صاحب کی زیارت سے بھی مستفید ہوئے۔

پریس سکریٹری

مسجد عرش اشتباہ میں محفل اعتکاف :

مسجد عرش اشتباہ (المعروف مسجد تھوتسی کھر) واقع غرو چنگ میں ۸ مئی کو ایک روزہ اعتکاف نشینی کا اہتمام ہوا جس میں

۲۴ اہل تصوف نے شرکت کی۔ اس کی قیادت جناب اخوند حسن اور بواکریم نے کی۔ اختتام پر جناب حاجی اخوند داؤد نے صوفیہ نوربخشیہ کی ترقی، عالم اسلام کی یکجہتی اور افواج پاکستان کی کامیابی کے لئے دعا کی۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے جناب مولانا عبدالحمید نے قرآن حکیم کی روشنی میں اعتکاف کے مقاصد کو بیان کیا۔ تصوف کے پروانوں نے مسجد عرش اشتباہ سے نیچے روانہ ہوتے ہوئے مرحوم حاجی اخوند علی کی زیارت پر بھی حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی۔

اصغر علی غریب چنگ

انجمن براہ کراچی کی سالانہ میٹنگ:

گزشتہ دنوں براہ ہاؤس کراچی میں انجمن مذکور کی سالانہ میٹنگ ہوئی جس میں انجمن کے مختلف انتظامی امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

این حسین دانش

شیوک ایجوکیشنل فاؤنڈیشن کا قیام:

سعہ سٹوڈنٹس فیڈریشن سکردو یونٹ نے متاثرین چھوربٹ کے بچوں کی تعلیم کے لئے شیوک ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا قیام عمل میں لایا ہے جس میں علاقہ چھوربٹ کے ۱۸۰ طلباء وطالبات مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جناب سید عباس صاحب ہیڈ ماسٹر اور غلام حسین صاحب پی ایم ریڈیو پاکستان نے ادارے کا دورہ کیا اور اپنے تعاون کا یقین دلایا۔

جنرل سکریٹری

مظفر آباد میں این وائی ایف کا قیام:

مورخہ ۱۸ جون کو گورنمنٹ کالج مظفر آباد میں اہم اجلاس جناب اشرف حسین کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں این وائی ایف کالج یونٹ کا قیام عمل میں آیا۔ عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔ چیف آرگنائزر: محمد اقبال انصاری

صدر: عرفان علی

جنرل سکریٹری: نثار حسین

سکریٹری فنانس ونشرواشاعت: خادم حسین اخونزادہ

ناظم اجلاس: ریاض حسین

خادم حسین اخونزادہ

انجمن صوفیہ نوربخشیہ کا اجلاس:

گیارہ اپریل ۱۹۹۹ء کو انجمن صوفیہ نوربخشیہ کا ایک اہم اجلاس جناب حاجی محمد علی کی زیر صدارت ہوا جس میں جناب عبداللہ خان اور جناب الطاف حسین صاحب کے سکردو سے باہر جانے کے بعد ان کے عہدوں کو پر کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل اراکین کا انتخاب کیا گیا۔

۱۔ جناب محمد ابراہیم بلغاری: صدر

۲۔ جناب ایڈوکیٹ علی خان: سینئر نائب صدر

۳۔ غلام محمد غازی: جوائنٹ سکریٹری

غلام محمد غازی

وزیراعظم کے تعریفی خطوط:

ہومیو ڈاکٹر ایم اے شاہد صاحب ایڈیٹر مراسلہ جات نوائے صوفیہ اور لیاقت علی خان صاحب شعبہ ترسیل نوائے صوفیہ کے نام وزیراعظم پاکستان جناب محمد نواز شریف کے خصوصی تعریفی خطوط موصول ہوئے ہیں جن میں یوم تکبیر کے حوالے سے ان کے جذبہ حب الوطنی اور پرخلوص جذبوں کی تعریف کی گئی ہے۔

☆ نوائے صوفیہ کی اپیل پر چند دیگر نمائندوں نے بھی چندہ کی رقوم ارسال کی ہیں۔ ادارہ ان کا شکر گزار ہے۔ تفصیل یہ ہے۔

۱۔ محمد جان صاحب AKRSP سکردو	۱۰۰۰ روپے
۲۔ موسیٰ علی حسرت پوسٹماسٹر خپلو	۲۰۰۰ روپے
۳۔ ماسٹر غلام محمد صاحب نمائندہ سرمک	۲۲۰۸ روپے
۴۔ نائیک محمد تقی عاشق ہلدی	۱۵۰ روپے ☆☆

ناجۂ سالک

قارئین کے خطوط

ہومیو ڈاکٹر ایم ۔ اے شاھد

افسوس ہے کہ چندہ ارسال کرنے میں تاخیر ہوئی بہر حال اب سالانہ چندہ ارسال کردیا ہے تو امید ہے کہ رسالہ باقاعدگی سے ملتا رہے گا۔ علامہ صاحب اور ڈاکٹر صاحب سے عرض ہے کہ وہ اپنا سلسلہ مضامین جاری رکھیں۔ کیونکہ "تذکرہ تفکر" اور "مجموعہ شریعت محمدیہ" رسالے کی جان ہیں اور "آپ کے مسائل اور ان کا حل" بھی وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

غلام حسن شیگری چیلاس

سلام و دعا احترام و مراتب اخلاص بہ حضور محترم جناب آقای دکتر محمد نعیم غازی مدظلہ بانی و باعث ماھنامہ نوای صوفیہ۔ امیدوارم درھمہ احوال شادمان و خوش و خرم باشید۔ این بندہ دکتر محمد حسین تسکی رھا ماھنامہ نوای صوفیانہ را می خواھم و می خوانم و فائدہ معنوی و روحانی و عرفانی و صوفیانہ می برم۔ خدای بزرگ شما را سلامت بدارد۔ خدمت حضرت علامہ بشیر سلمہ اللہ و جناب آقای جی ایچ معروفی سلمہ اللہ و دیگر اعزہ سلام می رسانم و دعا گویم۔ میلاد حضرت رسول اللہ (۱۲ ربیع الاول) مبارک باد بر شما و ھمہ عزیزان یک نعت در نعت شما تقدیم می دارم۔ باشد کہ قبول افتد۔

با تقدیم احترام بسیار

خادم العلم و العلماء دکتر محمد حسین تسکی رھا

نوائے صوفیہ ملا بہت شکریہ۔ نوائے صوفیہ کی ترقی کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہوں۔ مبلغ ایک ہزار روپے چندہ رسالے کے اکاؤنٹ میں جمع کئے ہیں۔

علی موسیٰ سلطنت عمان

جواب..... حوصلہ افزائی اور تعاون کے لئے نہایت متشکر و ممنون ہیں۔

نوائے صوفیہ کو اس سے قبل بھی خط لکھا تھا لیکن شائع نہیں ہوا۔ سالانہ چندہ ارسال کرنے میں تاخیر کی معذرت چاہتا ہوں۔ میرا پوسٹل ایڈریس تبدیل ہو گیا ہے۔ انڈیا سے ماسٹر حشمت اللہ صاحب کا خط آیا ہے انہیں رسالے کی ترسیل منقطع ہونے کی شکایت ہے۔ نوائے صوفیہ کے لئے کچھ رقم ارسال ہے ملنے کی اطلاع دیں۔ رسالے میں چند خامیاں ہیں ان کو دور کریں۔

فدا حسین شار گودوبئی یو اے ای

جواب..... یاد آوری اور تعاون کا شکریہ۔ راجہ حشمت صاحب اور دیگر بھائیوں کو رسالے کی ترسیل ناموافق حالات کے باعث عارضی طور پر بند ہوئی ہے۔ انشاء اللہ جلد بحال ہو جائے گی۔ رسالے کی خامیوں کی نشاندہی کا شکریہ۔

نوائے صوفیہ باقاعدگی سے مل رہا ہے لیکن دوسرے ساتھیوں کو کئی مہینوں سے رسالہ نہیں مل رہا۔ آئندہ تمام ساتھیوں کو رسالہ میرے ایڈریس پر ارسال کریں۔

محمد جابر دولت الکویت

میں ایک غریب طالب علم ہوں اور سالانہ چندہ ارسال

کرنے کی سکت نہیں ہے لیکن رسالہ پڑھے بغیر بھی چین نہیں ملتا۔ میرے شوق کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک عدد کاپی اعزازی طور پر ارسال کریں۔

محمد محمود احمد بہشتی ملتان

جواب.... اعزازی کاپی آپ کے ایڈریس پر ارسال کردی ہے۔

نوائے صوفیہ کے لئے پہلی بار خط لکھنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں امید ہے کہ پذیرائی بخشیں گے۔ نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں اور جب کوئی نیا شمارہ آتا ہے تو خوشی کی انتہا نہیں رہتی۔ انڈیا کے اہل تصوف کو لاکھوں سلام۔

علی نقی سلتر و سکردو

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں لیکن اب تک مستقل خریدار نہ بن سکا تھا۔ اب میں رسالے کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں۔ سالانہ چندہ ارسال ہے۔ مولانا شکور علی انور صاحب کے مضامین رسالے کی جان ہیں انہیں جاری رکھیں۔

اخوند محمد جعفر بنڈیلی FPU-8

میرا پوسٹل ایڈریس تبدیل ہوگیا ہے برائے مہربانی نیا پتہ نوٹ کرلیں۔ انشاء اللہ رسالے کی خدمت جاری رکھوں گا۔

صوبیدار غلام رسول سرموں

جواب.... آپ کا ایڈریس تبدیل کردیا ہے۔

نوائے صوفیہ کے لئے سالانہ چندہ جمع کردیا ہے۔ میں نے اور جناب احسان دانش نے خپلو جاکر مولانا غلام حسن حسو کا تفصیلی انٹرویو کیا ہے اسے آئندہ شمارے میں جگہ دیں۔ احسان دانش کی نعت بہت پسند آئی۔ میرا پوسٹل ایڈریس تبدیل ہوگیا ہے نوٹ کرلیں۔

جواب.... آپ کا ایڈریس تبدیل کردیا ہے۔ ارسال کردہ انٹرویو اشاعت کے لئے باری کا منتظر ہے۔

جناب ڈاکٹر شاہد صاحب۔ آپ کے پاس حاضری کے وقت میں نے اپنے مرض کی روداد جان بوجھ کر مختصر سنائی تھی لیکن اب میں حیرت انگیز طور پر ٹھیک ہو رہا ہوں میں نے پاکستان کے علاوہ برطانیہ ڈنمارک سے بھی بہتر علاج کروایا تھا مگر فائدہ آپ کے علاج سے ہوا انشاء اللہ جلد حاضر خدمت ہوں گا۔

طارق محمود انجینئر اسلام آباد

رسالے کا مستقل خریدار ہوں۔ این وائی ایف تاریخ کے آئینہ میں کے عنوان سے مضمون بھیجا تھا مگر شائع نہیں ہوا۔

اکبر جاوید لیدانی شیگر

رسالے کا مستقل قاری ہوں۔ نوائے صوفیہ کے بغیر چین نہیں ملتا۔ ڈاکٹر غازی، غلام حسن نوربخش اور شکور علی انور کے مضامین قابل فخر ہیں۔

اقبال شاکر سکردو کالج

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض لوگ جان بوجھ کر اختلافات کو ہوا دینے والے سوال لکھ کر بھیجتے ہیں اور بعد میں رسالے کے مدیران کی کردار کشی کے لئے انہیں استعمال کرتے ہیں۔ مہربانی اختلافی مضامین اور سوالات شائع کرنے سے گریز کریں۔

موسیٰ علی حسرت خپلو

سالانہ چندہ ارسال ہے۔ نوائے صوفیہ ہمیشہ تاخیر سے شائع ہوتا ہے۔ رسالے کے مضامین معیاری ہیں۔ اس معیار کو برقرار رکھیں۔

اخوند محمد علی نمائندہ دونچی

نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ رسالے میں پروف ریڈنگ کی بعض خامیوں کی نشاندہی کی تھی اب یہ خامی دور ہو گئی ہے۔

محمد تقی عاشق قصور

ہم چند ساتھی جو طالب علم ہیں اکٹھے رسالے کا مطالعہ کرتے ہیں۔ رسالے کی تعریف کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ بہت معیاری ہے۔

احسان علی۔ محی الدین۔ جعفر علی۔ محمد یعقوب۔ ضامن علی۔ بشارت حسین۔

رسالے کا سالانہ چندہ ارسال ہے۔ ایک عدد مضمون ارسال ہے۔ پہلے بلبل تصوف کے ملفوظات رسالے میں شائع ہوا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ پھر شروع کریں۔

محمد ابراہیم علی کوروی کراچی

کرو نہ غم جو ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
لہو کا تیل چراغوں میں ڈالنے کے لئے

مولانا حمایت علی عارف کندوس

نوائے صوفیہ پڑھ کر بے حد مسرت ہوتی ہے معیاری مضامین اور خبریں پڑھ کر خوشی ہوتی ہے۔ اہل تصوف کے اقوال زریں ارسال خدمت ہیں۔

شجاعت کوروی کراچی

اعصاب شکن انتظار کے بعد رسالہ پڑھنے کو ملتا ہے۔ معیاری مضامین اور خبریں ذہنی تسکین کا باعث ہیں۔ رسالہ کا نیا اشاعتی نظام آنے کی خوشی ہوئی۔

جوائنٹ سکریٹری این وائی ایف خانقاہ

نوائے صوفیہ ونجی سے خرید کر پڑھتا ہوں جونہی یونٹ میں پوسٹنگ ہو گی مستقل خریدار ہوں گا۔ بے لوث دینی خدمات پر ادارہ نوائے صوفیہ مبارک باد کا مستحق ہے۔

سپاہی علی حسین پھوروٹ



ممتاز حسین سینوی جنہوں نے ایگریکلچر یونیورسٹی راولاکوٹ سے بی ایس سی تھرڈ پروفیشنل میں چوتھی پوزیشن حاصل کی۔

☆بقیہ زندۂ جاوید☆ محمد علی حیدری نے جوان کے محبوب ترین دوست تھے، آرمی میں شمولیت اختیار کی اور اعلیٰ ترین فوجی اعزاز یعنی sword of honour حاصل کیا۔ پھر اس کے بعد کرگل کے محاذ پر اعلیٰ ترین انسانی اعزاز یعنی شہادت سے سرفراز ہوئے۔

محمد علی حیدری شہید کے دو معصوم بچے بھی اس تقریب میں شریک تھے ان کے بیٹے سے جس کی عمر بمشکل پانچ سات برس ہو گی جب سوال کیا گیا کہ آپ بڑے ہو کر کیا کرنا چاہتے ہیں تو برجستہ جواب دیا کہ میں بڑا ہو کر اپنے ابو کی طرح شہید ہونا چاہتا ہوں۔ تمام حاضرین وناظرین آبدیدہ ہوئے۔

بشمول میرے اپنے ہم میں سے اکثر لوگ غرض کی صلیب پر بے موت مر رہے ہیں۔ کیا ہم میں سے بھی کوئی جاوید حبیب اور حیدری جیسے زندۂ جاوید انسانوں کی روش نہیں اپنا سکتا؟ کیا ہم اپنی زندگی کی ترجیحات میں کسی عظیم مقصد اور بلند آدرش کو جگہ نہیں دے سکتے؟ کاش ہم بھی ان شہیدوں کے نقوش قدم پر چلیں۔

آخر میں تمام غازیوں اور شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔

شانِ سیّد نوربخشؒ

روزی علی شبیریؔ کریسی

اولیاء میں منفرد ہے شانِ سید نوربخشؒ
اصفیاء کے دل میں ہے ارمانِ سید نوربخشؒ

کاملوں نے خوشہ چینی آپ کے خرمن سے کی
صوفیوں کے لب پہ ہے فرمانِ سید نوربخشؒ

علم و حکمت نورِ باطن عشق و مستی جذب و شوق
راہِ حق میں ہے یہی سامانِ سید نوربخشؒ

دینِ حق کا آپ ہی نے ہم کو بخشا ہے شعور
ہے بڑا ہی آپ کا احسان سید نوربخشؒ

اک زمانہ نامِ نامی کا ہے شیدا آپ کے
اک جہاں وابستۂ دامانِ سید نوربخشؒ

ظلمتوں میں دین کا مشعل جلایا آپ نے
منبعِ نورِ ہدیٰ ہے جانِ سید نوربخشؒ

آج بھی کشمیر میں ہے عام شہرہ آپ کا
اب بھی بلتستان ہے کنعانِ سید نوربخشؒ

جو خزانہ معرفت کا اہل خطہ کو ملا
کیوں نہ جانیں سب اسے احسانِ سید نوربخشؒ

غرق شبیریؔ سدا رہتا ہے عشقِ غوث میں
حرزِ جاں اس کا ہے ہر فرمانِ سید نوربخشؒ

Copyright www.sufianoorbakhshia.org